

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

اگر مثلاً خدا نخواستہ کسی گاؤں میں آگ لگ گئی ہو اور تیزی سے پھیل رہی ہو تو آرام سے اس کو بجھانا، چھوٹی چھوٹی شیشیاں اور چھوٹے چھوٹے پیالے لے کر ان میں پانی ڈالنے کے لیے احتیاط سے تل کھولنا اور پھر آگ پر پانی آرام سے ڈالنا، اس سے کام نہیں چلے گا۔ جب آگ سارے گاؤں کو جلا کر خاکستر بنانے کے لیے تیار ہو، اور ایسا نظر آ رہا ہو کہ اب چند گھنٹوں میں یہ گاؤں جل کر خاکستر ہو جائے گا اور مویشی آدمی، مال اور جان سب کے سب ختم اور جل کر رکھ ہو جائیں گے تو اس وقت کھانا کھانے والے کھانا چھوڑ دیتے ہیں، اس وقت کھیتی کرنے والے کھیت چھوڑ کر چلے آتے ہیں، اس وقت دکانوں پر بیٹھنے والے دکانوں کو کھلا چھوڑ کر آگ بجھانے کے لیے کود پڑتے ہیں، اس وقت جو ماں اپنے بچوں کو دودھ پلا رہی ہوتی ہے وہ بچوں کو پیچھ دیتی ہے اور دیوانوں کی طرح دوڑ پڑتی ہے، اس وقت بیمار اپنی بیماری کو نہیں دیکھتا، اپنے بستر سے کود کر کے دوڑ آتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اگر یہ آگ ہمارے گھروں تک پہنچ گئی تو اس چار پائی پر پڑا پڑا جل کر خاک ہو جاؤں گا۔

اس وقت کا سب سے بڑا قانون، اس وقت کا سب سے بڑا اخلاق اور اس وقت کا سب سے بڑا فریضہ یہ ہوتا ہے کہ سارے کام بند کرو اور اس آگ کو بجھاؤ اگر یہ آگ تھوڑی دیر اور رہ گئی تو نہ کتب خانے باقی رہیں گے نہ مدرسے باقی رہیں گے، نہ خانقاہیں باقی رہیں گی نہ ہی مسجدیں باقی رہیں گی۔

(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی)

Rs. 10/-

۱۰ نومبر ۲۰۰۸ء

Postal Regd. No. LW/NP/63/2006 to 2008
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071

Vol. No. 46 Issue No. 2

Fortnightly
Tameer-e-Hayat
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off: 0522-2740409
Fax: 0522-2741221
E-mail: nadwa@sanchamnet.in
25 November, 2008

Mobile: 09415786548

Mohd. Akram
Jewellers



Phone: Shop. 0522-2274606
0522-2616731

محمد اکرم جویا پیرس

Near Odeon Cinema, Lucknow



قبا اونگ
مینو پیکچرس

ٹیررس اونگ - ونڈ اونگ = ڈوم اونگ
فکس اونگ - لان اونگ - ڈیموڈینٹ

سل کراسنگ گوری بازار - سروجنی نگر کانپور روڈ - لکھنؤ
Tel: 0522-2817580 - 9335236026 - 9839095795

لکھنؤ کے مشہور و معروف صنمندر سے تیار کردہ

نوشہ اور عطریات

روحانیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنز،
ظہور پرفیوم، روح گلاب، روح کیڑو، عرق گلاب،
عرق کیڑو، اگریتی، ہریل پروڈکٹ

کی ایک قابل اعتماد دکان
ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

اظہار سن پرفیومرس

IZHARSON PERFUMERS

H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell: 91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

New

Sana Jewellers

سنا جویا پیرس

Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad



۳۰/۱۷ سرائے بانس، اکبری گیٹ چوک لکھنؤ-۳

301/17, Srai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

Res: 2226177 Akbari Gate 2268845
Shop: 9415002532 2613736 3958875

سولے چاندی کی دنیا میں ۵۷ سالہ روڈیہ بنام

حاجی صفی اللہ جویا پیرس
ہمارا نیا شوروم

گزر جمال کے سامنے آئیں آپا لکھنؤ ہدیہ اللہ محمد اسلم

Haji Safiullah Jewellers

Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

Editor Shamsul Haq Nadwi, Printed & Published by Athar Husain

On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph.0522-2614685

DESIGNED BY HAMID, DALIGANJ LUCKNOW. Mobile : 9889654027

اس شمارے میں

۲	۱۰۳۰۷ ۱۷۹۰۳۵	علامہ اقبال	شعروادب مردمسلمان
۳		نذراحفیظ ندوی	اداریہ طوفان سے ساحل تک
۵		حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی	سر بلندی کا راز ہدایت تبلیغ اور دعوت و اصلاح...
۸		حضرت مولانا سید محمد رابع حسینی ندوی	پیغام نئی نسل کے دل و دماغ میں...
۱۱		مولانا سید عبداللہ حسینی ندوی	دعوت فکر و عمل قرآن پاک ازندہ بھی ہے اور...
۱۳		مولانا بلال عبداللہ حسینی ندوی	اصلاح معاشرہ سماج کی تین بیماریاں
۱۷		سلمان نسیم ندوی	یاد رفتگی علامہ شبلی اور مولانا ابوالکلام آزاد
۲۱		عبدالرحیم ندوی	مفتی طارق صاحب - چند یادیں
۲۳		ابوالعظیم ندوی	خبر و نظر عالم اسلام کی خبریں
۲۵		محمود حسن حسینی ندوی	روداد حج و زیارت
۲۹		مفتی محمد ظفر عالم ندوی	فقہ و فتویٰ سوال و جواب
۳۰		عبدالعظیم معلم	درد دل کرکٹ محض کھیل یا ایک فریب؟
۳۱		حسب اللہ فتح پوری	روداد ندوہ کے شب و روز

تعمیر حیات

جلد نمبر ۳۶
شمارہ نمبر ۳
۱۰ دسمبر ۲۰۰۸ء مطابق ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسینی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وحی احمد صدیقی

(معتد مال ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا محمد حمزہ حسینی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام

مولانا شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسینی ندوی

مجلس مشاورت

• مولانا عبداللہ حسینی ندوی • مولانا محمد خالد ندوی • غازی پوری

• امین الدین شجاع الدین

سالانہ زرتعاون ۲۰۰۷ فی شماره ۱۰۷

ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک کے لئے ۳۰۷ ڈالر

ذرائع تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجئے جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

P.O.Box No.93 Tagormarg, Badshah Bagh, Lucknow-7

E-mail: nadwa@sancharnet.in Ph: (0522) 2740406

مضمون نگاری رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

آپ کے فریادی نمبر کے لیے اگر کالی کیریجے تو کھلے کہ آپ کا رشتہ ان تمام ہو چکا ہے۔ لہذا ہلدی زرقادوں ارسال کریں اور

گناہگاروں کو پناہ فراہم کرنے کے لیے ہمارے ہاں ہر روز ہفت روزہ کے نمبر کے ساتھ لکھیں۔ (تعمیر حیات)

پرنٹنگ پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد لکھنؤ سے طبع کر کے دفتر تعمیر حیات

مجلس صحافت و نشریات کی مور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

Hashmat Ali (Tameer-e-Hayat) Lko.

Are you planning to sell your car ?

...which has served you faithfully for years would obviously mean a lot to you.

Now you can be rest-assured, when it comes to selling your old car, **Classic Automotives**, always have the best offer for you.

We believe in true and realistic value for your used car which also spells 'Clean Deal'.

Our other usual features are:

- **Spot Settlement**
- You don't have to wait for your money.
- **Evaluation at your doorstep**
- You don't have to move around wasting time in traffic jams.
- **Risk free selling**
- Your vehicle will not be sold without transfer of ownership.
- **No commission • No Brokerage • No Hidden Costs**

With all these lucrative benefits we wouldn't be expecting you to sell your car to any of your relatives, friends or mechanics!

Simply because, we are committed to this business and always give you the best deal with peace of mind.

Call **98451 00668**

 classic
automotives
Gear up for the
journey of life.

Classic Automotives Bangalore Pvt. Ltd.

- Indiranagar: #324, CMH Road, Bangalore 38. ☎ : 32966155 | 9845600668
Mekri Circle: #40, C. V. Raman Avenue, Bangalore 80. ☎ : 32966433 | 9945187878
HSR Layout: #9, BDA Complex, Sector VI, Bangalore 02. ☎ : 32966133 | 9845226464
Jayanagar: #574, 11th Main, 5th Block, Bangalore 41. ☎ : 32966144 | 9980582424
Yelahanka: #2, MIG, 1st Main, New Town, Bangalore 64. ☎ : 32966166 | 9845700668
Whitefield: #132, Whitefield Main Road, Bangalore 66. ☎ : 32966422 | 9845229292

www.classicautomotives.net

مرثیہ مسلمان

ڈاکٹر اقبال

از

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
 گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
 قہاری، وغفاری، قدوسی و جبروت
 یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
 ہمایہ جبرئیل امیں بندہ خاکی
 ہے اس کانشین نہ بخارا نہ بدخشاں
 یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
 قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
 قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
 دنیا میں بھی میزان قیامت میں بھی میزان
 جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
 دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان
 فطرت کا سرودازلی اس کے شب و روز
 آہنگ میں یکتا صفت سورہ رحمن
 بنتے ہیں مری کارگہ فکر میں انجم
 لے اپنے مقدر کے ستارے کو تو پہچان

طوفان سے ساحل تک

نذر الحفیظ تھوری

..... مسلمانوں کے یہ سارے کام ایسے حالات میں ہو رہے ہیں جب کہ نصف صدی سے انسانیت کش فسادات کا سیلاب تسلسل سے آرہا ہے ان میں سے ہر سیلاب اپنی تباہی کے لحاظ سے سونامی طوفان کو شرمادینے کے لیے کافی ہے، نائن ایون کے منحوس ڈرامے کے بعد ہندوستانی مسلمانوں پر بھی اس کی مشق شروع کر دی گئی اور پورے ملک میں ان کے خلاف طوفان آگیا، لیکن مسلمانوں نے صبر و ضبط اور تحمل سے کام لیا، نتیجہ سامنے ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں کے مقابلہ میں یورپ و امریکہ میں مقیم مسلمانوں کے حالات کا تجزیہ کریں گے تو بھی آپ کا یہ یقین تازہ ہوگا کہ اسلام اس دنیا میں باقی رہنے کے لیے ہی آیا "ولو کرہ الکافرون"۔

امریکہ میں ۱۹۶۰ء تک مسلمانوں کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا، اب ان کی تعداد نوے لاکھ سے ایک کروڑ تک ہے، اس اعتبار سے مساجد کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے اسی طرح یورپ کے مختلف ملکوں میں مسلمانوں نے پچاس سال کے مختصر عرصہ میں اپنی جوشناخت بنائی اور جس طرح اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے اور شدید بغض و عداوت اور مخالفتوں کے طوفانوں میں بھی ہدایت کا یہ چراغ جس طرح نہ صرف اپنی روشنی قائم رکھے ہوئے ہے بلکہ چراغ سے چراغ جلتے چلے جا رہے ہیں، وہ تمام مسلمانوں کے لیے باعث تقویت ہے، براعظم یورپ کے مختلف ملکوں میں مسلمانوں کی تعداد اڑتیس ملین ہے، یعنی یورپ کی کل آبادی کا دس فیصدی اور عیسائیت کے بعد مذہب کے اعتبار سے اسلام دوسرے نمبر پر ہے، ان ملکوں اور شہروں کی تعداد چھبیس ہے جہاں مسلمانوں کے تعلیمی، ثقافتی اور رفاہی و دعوتی ادارے باقاعدہ قائم ہیں۔ نائن ایون کے بعد سے یورپ میں بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سنائی طوفان آگیا، لیکن اس شر سے خیر کا یہ پہلو سامنے آیا کہ صرف جرمنی، ہالینڈ، بلجیم، آسٹریا اور فرانس میں ۲۰۰۰ء میں اور صرف ایک سال کے اندر ایک لاکھ چودہ ہزار انسانوں نے اسلام قبول کیا۔

دیکھیں سنی کے مذہبی سربراہ نے اسلام کے خلاف بیان دیا کہ وہ بڑی تیزی سے یورپ میں پھیل رہا ہے، اس بیان کے پس پردہ یہ خبر تھی کہ عیسائی تنظیموں نے ایک ہزار ملین ڈالر خرچ کر کے دس سال کے اندر آٹھ سے دس ملین افریقیوں کو عیسائی بنایا تھا لیکن اس کے بالمقابل بغیر کسی منظم منصوبہ بندی اور ایک ڈالر خرچ کئے اکیس ملین افریقی اسلام میں داخل ہو گئے۔

برطانیہ کے ماہرین اعداد و شمار کا کہنا ہے کہ بیس سال کے اندر برطانوی نو مسلموں کے تعداد ان مسلمان تارکین وطن کے برابر ہو جائے گی یا اس سے بڑھ جائے گی جو اس مذہب کو لے کر یہاں آئے ہیں، ایک سروے کے مطابق پندرہ لاکھ مسلمانوں کی آبادی میں دس ہزار سے بیس ہزار لوگ اسلام قبول کرتے ہیں، ان میں بڑی تعداد خواتین کی ہے، اسلام قبول کرنے والوں میں نوجوانوں کی تعداد زیادہ ہے۔

قرآن مجید نے انبیاء کے تذکرے اسلوب بدل بدل کر کئے ہیں تاکہ ہم ان کے حالات پر غور کر کے اپنے اندر ایمان و یقین کی شمع روشن

کریں، وہ بتاتا ہے کہ انبیاء کی اتنی غیر معمولی آزمائش ہوئی کہ مایوسی کی کیفیت پیدا ہونے لگی، اور انہیں خیال ہوا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ نصرت الہی کا وعدہ پورا نہ ہو، وہ بے اختیار کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ کی مدد بہت قریب ہے:

”وہو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنططوا و ینشر رحمته و هو الولی الحمید“ اور وہی ہے جو اتارتا ہے پینہ، بعد اس کے کہ آس توڑ چکے اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت اور وہی ہے کام بنانے والا، سب تعریفوں کے لائق۔ (الشوری: ۲۸)

رحمت خداوندی اور مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص معاملہ کو دیکھ کر ہمارے اندر جذبہ شکر پیدا ہونا چاہئے، اس شکر کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ اپنوں کے ساتھ غیروں میں بھی دعوت دین کا کام تیزی سے کریں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملہ کو بہتر سے بہتر بنائیں اور جو باتیں اس کی رحمت سے دور رکھنے اور اس کی ناراضگی کا سبب بن رہی ہیں ان سے اپنے کو بچائیں اور گذشتہ حالات کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کو اپنا شعار بنالیں اور صبر و استقامت کے دعاء و دعوت کو اپنا مشغلہ بنالیں۔

☆☆☆☆☆

ایک زائر حرم کے تاثرات

یہ وہ منظوم تاثرات ہیں جو مولانا سید محمد الحسنی مرحوم کے حج سے واپسی پر مولانا سید محمد ثانی حسنی نے ان کے بیان کردہ تاثرات کو نظم کیا تھا۔ اب جبکہ حجاج کرام کی اپنے اپنے گھروں کو واپسی ہو رہی ہے، یہ اشعار ہدیہ ناظرین ہیں۔

زہے بخت ہم بھی حرم دیکھ آئے
خوشا کعبہ محترم دیکھ آئے
لپٹ کر اور آنکھوں سے آنسو بہا کر
مقام ابراہیم اور سنگ اسود
صفا اور مردہ حطیم اور زمزم
کھڑے ہو کر میزاب رحمت کے نیچے
منی اور مزدلفہ عرفات جا کر
خدا کے حضور اہل ہوش و خرد کو
مدینہ کی پاکیزہ گلیوں میں پھر کر
بقیع و احد کے مقابر مشاہد
وہ منبر سے تاروضہ جنت کی کیاری
لبوں پر درود سلام مسلسل
بیان کر نہیں سکتے کیفیت اس کی

دیار حرم الغرض ہم پہنچ کر

خدا کا کرم ہی کرم دیکھ آئے

جسے کہتے ہیں کیف و مستی کا عالم وہ عالم خدا کی قسم دیکھ آئے

☆☆☆

ہدایت و تبلیغ اور دعوت و اصلاح کا کام امت کے وجود و بقا کا ضامن ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

جب ایمان کسی باد بہاری چلی

کیا نتیجہ ہوا اس کا دوستو! کہ دنیا میں ایمان و ہدایت کی ہوا چلی، ایمان و ہدایت کی ہوا نہیں آندھی چلی، آندھی چلی اتنے زور سے آندھی چلی کہ دنیا میں کوئی درخت ایسا نہ تھا کہ جس کا پتہ ایک بار مل نہ گیا ہو، اور اس سے مردہ زندہ نہ ہو گئے ہوں، وہ ایسی باد بہاری تھی، ایسی زندگی بخشنے والی ہوا تھی، ایسا ٹھنڈا جانفزا جھونکا تھا کہ اس سے دنیا میں جان پڑ گئی ساری دنیا میں، اس مردہ انسانیت میں جان پڑ گئی، وہ دنیا جو شرکی طرف بگٹت بھاگی جا رہی تھی، سر پٹ دوڑ رہی تھی اور کوئی گھڑی تھی کہ وہ اس میں جا پڑتی، اس کا زرخ شر سے خیر کی طرف، کفر سے ایمان کی طرف، مادیت سے اطاعت کی طرف اور اللہ تعالیٰ کے بغض سے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہونے سے محبوبیت اور مقبولیت کی طرف ہو گیا، ان کی ان کوششوں کا نتیجہ کیا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ کرم انسانیت پر دوبارہ ہو گئی اور اللہ نے انسانوں کو دوبارہ ہدایت دینے کا اور ترقی دینے کا اور انسانوں کو روحانی کمالات سے مالا مال کرنے کا فیصلہ فرمایا، وہ انسانی نسل جس میں سانپ بچھو پیدا ہو رہے تھے، مائیں سانپ اور کچھو جنم دے رہے تھیں، بھیڑیے چیتے اور درندے وغیرہ جن رہی تھیں وہ مائیں جو بندر اور سور جن رہی تھیں وہ مائیں اولیاء اللہ بننے لگیں۔

وہ مائیں اب بڑے بڑے عالم اور بڑے بڑے عارف اور بڑے بڑے ولی اللہ بننے لگیں، ان لوگوں کی

کواپنے نفس کے تقاضوں کو سب کو انہوں نے بالکل نظر انداز کیا اور بالکل وہ بھول گئے اور کچھ برس تک انہوں نے ایسی محنت کی، ایسی محنت کی کہ ساری دنیا دوبارہ زندہ ہو گئی، آج کسی بھی ملک میں چلے جاؤ خدا کے فضل و کرم سے بڑے بڑے عالم، بڑے بڑے زاہد، بڑے بڑے ولی اللہ، بڑے بڑے مدرسے، بڑی بڑی خانقاہیں، بڑے بڑے کتب خانے ملیں گے، ہر جگہ اللہ کے نام کا چرچا ہے، اللہ کے راستے کی طرف بلائے والے، مسجدیں آباد، کہاں یہ رنگون کہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کا شہر، دیکھو کیسی کیسی خوبصورت مسجدیں، کیسی کیسی وسیع مسجدیں بنی ہوئی ہیں، اور کتنے ہزاروں کی تعداد میں لوگ نماز پڑھتے ہیں، ابھی ہم نے عشاء کی نماز پڑھی اور اس سے پہلے مغرب کی نماز پڑھی دھما سے پڑھی تھی، یہ سب نتیجہ ہے ان حضرات کی محنت کا، اب آئیے، اس کے بعد پھر اسی طریقے سے ان کے جانشین پیدا ہوتے رہے، کچھ لوگ اللہ کے بندے سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں ہر زمانے میں ایسے رہے ہیں کہ سب کچھ وہ لے سکتے تھے، ان کو وزارت مل سکتی تھی، ان کو حکومت اور ان کو کرسیاں مل سکتی تھیں مگر انہوں نے کہا کہ ہم کو یہ نہیں لینا ہے، ہم اپنے نامہ اعمال میں اپنے لیے صرف خدا کے نیک بندے کمانا چاہتے ہیں انسانیت کی کمانی چاہتے ہیں کہ صرف خدا کے نیک بندے ہمارے حصے میں آئیں، ہم ہدایت اور تبلیغ کا کام کریں گے اور ہمیں کسی سے کوئی سروکار نہیں، وہ اللہ کے بندے گھر بار چھوڑ کر، اپنی دکان، اپنے مکان اور کارخانے چھوڑ کر اور تمام ترقیاں جو ان کو مل سکتی تھیں ان کو بھول کر اور وہ اس راستے پر دیوانہ وار چل پڑے اور کسی نے کسی ملک کا انتخاب کیا اور وہاں انہوں نے اللہ کا نور پھیلا یا اور دین اسلام کی تبلیغ کی، اس طریقے سے ہر نسل کے بعد ایک نسل، ہر نسل کے بعد ایک اور نسل آتی رہی چراغ سے چراغ

جنگ رہا، ایک برس کا زمانہ، ایک مہینے کا زمانہ، ایک ہفتے کا زمانہ، ایک دن کی مدت بھی انکی نہیں گزری کہ اس امت میں ہدایت و تبلیغ کا کام کرنے والے دنیا کے مختلف حصوں میں نہ رہے ہوں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی ملک اللہ کی یاد سے اور اللہ تعالیٰ کے پیچھے والوں سے خالی نہیں، اب اس کے بعد یہ سلسلہ چلتے چلتے ہم تک پہنچا۔

دوستو! ایک ایک آدمی ایک ایک ملک میں چلا جاتا تھا وہ ملک کے ملک کو مسلمان کر لیا کرتا تھا، حضرت سید علی ہمدانی نے ملک کشمیر کے تین دورے کئے ہیں، ایک مرتبہ آئے اور ایک جگہ اور ایک شہر میں ٹھہر کر چلے گئے، دوسری مرتبہ آئے گاؤں، گاؤں شہر شہر کا دورہ کیا، تیسری مرتبہ آئے اور گھر گھر کا دورہ کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ آج اس زمانے میں بھی کشمیر میں نوے فیصدی مسلمانوں کی تعداد ہے، یہ ایک شخص سید علی ہمدانی کی کرامت ہے، ان کی محنت ہے کہ سارا کا سارا ملک مسلمان ہو گیا، اور اب اتنے بہت سے علماء ہیں، مدرسے ہیں، ایسے پڑھے لکھے لوگ ہیں اور اس میں دولت والے لوگ ہیں لیکن تعداد جو دس برس پہلے تھی وہی تعداد آج غیر مسلموں کی ہے اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس سے بڑھے اور مسلمانوں کی خدا انخواستہ تعداد گھٹ جائے۔

ہدایت و تبلیغ کے کام سے کوئی دور خالی نہیں رہا آپ کے سامنے آیت پڑھی:

ثُمَّ خَلَقْنَاكُمْ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ“ اور پھر ہم نے تم کو زمین پر جانشین بنایا تمہارے انگوٹوں کا تاکہ ہم دیکھیں تم کیا عمل کرتے ہو آج اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم کو اس زمانے میں پیدا کیا، زمانہ بہت خراب لیکن کرنے والے ہر زمانے میں کرتے رہے ہیں، جب تکوین پر لکھ رہی تھی اور کسی کو اپنی جان کا اطمینان نہیں تھا، اور کوئی سانس نہیں لے سکتا تھا، پوری دنیائے اسلام میں بڑے بڑے بہادر دُکے پڑے تھے اور بڑے بڑے بادشاہ کوفوں میں پڑے ہوئے تھے اور کوئی میدان میں نہیں نکل سکتا تھا اس وقت بھی اللہ کے بندوں نے نہ صرف یہ کہ دوسروں پر تبلیغ کی بلکہ تاجاروں تک کو مسلمان کر لیا۔

کہ آج اٹھارہ لاکھ تیس لاکھ مسلمان ہیں، اب یہ تیس لاکھ مسلمان کیا کرتے ہیں، کیا ان تیس لاکھ مسلمانوں میں سے چند سو بھی ایسے نہیں ہیں کہ جن کی محنت سے چند سو مسلمان ہو جائیں یا انہی مسلمانوں کا ایمان محفوظ ہو جائے۔

دوستو! یہ رغبت اور آگے بڑھنے کا میدان ہے۔

”يَسَىٰ ذَالِكُمْ فَلْيَنْتَفِسِ الْمُنْتَفِسُونَ“ اس میدان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے، تم تجارت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ گئے، بیویوں میں آگے بڑھ گئے، تیر مارا تم نے، وہ لکھ پتی قائم کر ڈیڑھ بن گئے نہ وہ اپنا سرمایہ قبر میں لے جائے گا نہ تم لے جاؤ گے، وہ بھی خالی ہاتھ جائے گا تم بھی خالی ہاتھ جاؤ گے، لیکن کر ڈیڑھ کو زیادہ صدمہ ہوگا زیادہ حسرت ہوگی، لکھ پتی کو کم ہوگا اور جو ہزاروں کا مالک ہوگا اس کو اس سے کم ہوگا اور سینکڑوں کا جو مالک ہوگا اس کو اس سے کم ہوگا اور جو بے چارہ خالی ہاتھ ہوگا اس کو تو کوئی افسوس نہ ہوگا، اس لیے میں کہتا ہوں کہ لاکھ سے جو کر ڈیڑھ بنا رہے ہو وہ حسرت ہی تو بڑھا رہے ہو اور کیا کر رہے ہو، حسرت کا سامان کر رہے ہو لیکن اگر تم نے اپنے نامہ اعمال میں اسلام کی ترقی لکھوائی اور تمہارے حصہ میں کچھ مسلمان آگئے، اور اس ملک میں دین پھیلایا تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے لیے پھر ایسا انعام ہے کہ یہ دنیا تو اس کی تمنا ہی نہیں رکھتی یہ تو اس عالم ہی میں دیا جاسکتا ہے، جس وقت خواجہ معین الدین اجمیرئی کو، خواجہ نظام الدین اولیاء کو، حضرت مولانا محمد الیاس کو جب ان کی محنتوں کا کام اور ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو دین کی دولت عطا فرمائی جب ان کے اعمال کا ثواب ملے گا تو دوستو! وہ وقت تماشہ دیکھنے کا ہوگا، جب خواجہ اجمیرئی کو ان کی نیکیوں کا ثواب ملنے لگے گا جو ان کی محنت اور دعوت کی وجہ سے لوگوں میں پھیلا یعنی جب لاکھوں آدمیوں کی نماز کا ثواب حضرت خواجہ معین الدین کو دیا جائے گا تو سب حیرت زدہ رہ جائیں گے اسی طرح اوروں کا حال ہوگا، مگر ہمارا کیا ہوگا، جب پوچھا جائے گا کہ ہم نے ان کو دعوت و تبلیغ کا اتنا بڑا میدان دیا تھا اور ان اللہ کے بندوں نے کچھ نہیں کیا۔

مسلماؤں کی حفاظت کا واحد ذریعہ دین کے لیے جدوجہد میرے دوستو! یہ دنیا فانی ہے، اس زندگی کی ہر چیز فانی ہے دولت فانی، عزت فانی، حکومت فانی، اہل حکومت سن لیں! یہ ان کی حکومتیں جانے والی ہیں، دولت والے سن لیں کہ دولت ان سے بے وفائی کرنے والی ہے، صحت والے سن لیں کہ یہ صحت ان سے منہ چرانے والی ہے، جو چیز باقی رہے گی، وہ صرف اللہ کا نام ہے اور اللہ کے راستے میں محنتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے جانفشانی، کوشش اور جدوجہد ہے، بڑا غنیمت وقت ہے جو گزر رہا ہے اس میں، اگر تم نے اپنے کاروبار سے وقت نکال کر کے ہدایت و تبلیغ کا اپنے اندر طریقہ پیدا کیا اور پھر اس کے لیے کوشش کرنی تو اللہ تبارک و تعالیٰ تمہارے انعام میں دنیا میں تم کو بہت دے دے گا، اور آخرت میں تم کو جنت عطا فرمائے گا اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھو تم اس ملک میں رہ نہیں سکتے، یہ میں آج سیاسی آدمی کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس روشنی میں جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر مسلمان کو عطا فرمائی ہے، اس روشنی میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس ملک میں تمہارا رہنا مشکل ہو جائے گا، اگر تم نے دین کے لیے خلوص کے ساتھ کام نہ کیا اور جب وہ حالت پیدا ہوگی تو اس وقت نہ تمہاری دکائیں محفوظ رہیں گی، نہ تمہارے کارخانے محفوظ رہیں گے، یاد رکھو حفاظت کا سامان اوپر سے ہوتا ہے کسی ملک میں مسلمانوں کی حفاظت کا سامان اوپر سے ہوتا ہے مسلمانوں کی حفاظت کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ وہ دین کے لیے جدوجہد کرے اور دین کو اتنا طاقت ور بنائے کہ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ اس قول کی حفاظت اپنی

طرف سے فرمائے، ان کی نصرت خدا کی طرف سے ہوتی ہے، پھر ان کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، تم اس ملک برما میں کس لیے آئے، تم تو اس لیے آئے تھے کہ اس قوم میں تمہاری محنتوں اور کوششوں سے اولیاء اللہ پیدا ہوں بڑے بڑے عارف اور امام پیدا ہوں، بڑے بڑے محدث اور مجتہد پیدا ہوں، تم اس لیے آئے کہ جو خدا کا نام نہیں جانتے خدا کے آستانے پر ان کے سر جھکیں اور ان کے دل اللہ کی یاد سے اور اللہ کی معرفت سے روشن ہوں اور ان کے دماغ اللہ کے لائے ہوئے علوم سے منور ہوں، تم اس لیے یہاں آئے تھے کہ ان غریبوں کو جنم کی آگ سے بچا کر، جنت کی بہاروں، جنت کی رونقوں اور جنت کی نعمتوں کا مستحق بناؤ، تم ان سے قائمہ اٹھانے لگے بجائے اس کے کہ ان کی جان کو بچاؤ اور ان کی جمہولی بھرتی ان کی جمہولی سے اپنی جمہولی بھرتی لگے، تم نے ان کو گاہک بنا لیا حالانکہ تم ان کے مبلغ اور گاہک بنا کر بھیجے گئے تھے، جو شخص استاد بنا کر کے بھیجا گیا، مدرسے میں رکھا گیا کہ وہ پڑھائے مدرس ہے وہ اپنے طالب علموں کو گاہک سمجھ لے اور کہے کہ ہمارے لیے کیا لائے ہو، ہمیں کیا دیتے ہو ہمیشہ اس کی نظر ان کی جیبوں پر رہے کہ ان میں کیا ہے ان کے ماں باپ کی جیبوں میں کیا ہے کہ ہم نکال لیں کتنی پستی ہے انسانیت کی اور کتنی تذلیل ہے، تم یہاں ان کو گاہک سمجھنے کے لیے نہیں آئے تھے ان کو دینے کے لیے آئے تھے، تم یہاں ان کو ہدایت کا تحفہ دیتے، نبوت کے علوم عطا کرتے اللہ تعالیٰ کا راستہ بتاتے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھلوانے کے لیے آئے تھے تم یہاں اپنے دھندوں میں پڑ گئے، تجارت میں پڑ گئے تمہیں تجارت سے فرصت نہیں، اپنے مکانوں اور کوشیوں کے بنانے سے فرصت نہیں، اپنے کاروبار کے بڑھانے سے فرصت نہیں، اللہ تعالیٰ نے تم کو اس لیے تو نہیں بھیجا تھا اس سے کوئی بڑی کمائی ہو سکتی ہے۔

سب سے بڑا ساھوکار

میرے دوستو! آج بتاؤ، اگر ایک گھوڑا تم کو مل جائے تم کتنے خوش ہوتے ہو، ایک موٹر تم کو مل جائے کتنے خوش ہوتے ہو حالانکہ ٹوٹ چھوٹ جائے گی، پرانی ہو جائے گی، بے کار ہو جائے گا، انسان جس کو ملے اور ایک انسان نہیں ہزاروں آدمی جس کو ملیں اور اس کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں، ان کی ساری نیکیاں عبادتیں لکھی جائیں ان سے بڑھ کر خوش نصیب کون ہو سکتا ہے؟ حضرت خواجہ معین الدین اجمیرئی کی تجارت سامنے آگئی کہ اس زمانے کا جو سب سے بڑا ساھوکار تھا، چاہے مسلمان رہا ہو وہ اپنی تجارت میں زیادہ کامیاب رہا، بیچ بچاؤ انصاف سے بتاؤ اجمیر میں اس وقت کتنے مسلمان دکا ندر ہوں گے؟ ہندو دکا ندر ہوں گے؟ دہلی میں ہوں گے، غزنی میں ہوں گے، اور کابل میں ہوں گے بغداد اور قاہرہ میں ہوں گے، وہ بڑے بڑے تاجر اپنی تجارت میں کامیاب رہے یا خواجہ معین الدین اجمیرئی جن کے نامہ اعمال میں کروڑوں مسلمان لکھے ہوئے ہیں، ان کے نامہ اعمال میں ان سب کی نمازیں لکھی ہوئی ہیں، سب تسبیحیں لکھی ہوئی ہیں اور اولیاء اللہ کی ولایت لکھی ہوئی ہے جو ان کے بعد ان کی محنتوں کے نتیجے میں پیدا ہوئے، ان کی ساری ولایت، ان کی ساری معرفت، ان کی ساری عبادت ان کا سارا ذکر ان کی تسبیح، ان کا راتوں کو اٹھنا ان کا دنوں کو روزہ رکھنا، ان کا قرآن شریف کا پڑھنا، ان کا نوافل کا پڑھنا، ان کا سحر کے وقت اٹھ کر کے اپنے منہ کو آنسوؤں سے دھونا اور آنسو بہانا، یہ سب کچھ خواجہ معین الدین اجمیرئی کے حصے میں ہے اور ان کے نامہ اعمال میں مسلسل لکھا جا رہا ہے، بتاؤ کوئی اس سے بڑھ کر کوئی نفع کی تجارت ہے، کوئی بنا سکتا ہے؟ اللہ کے بندو! مسلمانو! تم کو اس ملک میں رکھا گیا ہے، تمہاری دوسری ذمہ داری ہے،

جو بد قسمت خدا انخواستہ مرتد ہوگا اس کا سوال پوری قوم پر ہے اور وہاں ہرگز یہ سوال نہیں آئے گا کہ تم نے مسجد بنائی تھی یا نہیں، یاد رکھنا، مسجد بنانا بڑے ثواب کا کام ہے مگر ایک مسلمان بھی اس ملک میں مرتد ہو گیا، اگر ایک مسلمان کا بھی اگر عقیدہ خراب ہو گیا اور اس کا ایمان جاتا رہا اس کا سوال آپ سے ہوگا ہرگز یہ بات کام نہیں آئے گی کہ ہم اپنے دینی کاموں میں حصہ لیتے تھے اور ہم اتنی نمازیں پڑھتے تھے اور ہم فلاں فلاں محنتیں کرتے تھے اور فلاں فلاں جملے کرتے تھے، اور یہ اسلام کی فلاں فلاں رسمیں ادا کرتے تھے، ہرگز یہ جواب نہیں بنا جائے گا، پوری قوم سے اس کا سوال ہوگا جو میں نے ابھی بتلایا تھا اور اسی طرح سے یہ جو غیر مسلموں کی اتنی بڑی قوم جو آپ کے چاروں طرف رہتی ہے اس کا سوال بھی اگر اللہ آپ سے کرے تو کچھ بعید نہیں وہ فرما سکتے ہیں کہ ہم نے تم کو موقع دیا تھا اور تم ان سب کو مسلمان کر سکتے تھے تم نے کیا کیا؟ جو آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے:

ثُمَّ خَلَقْنَاكُمْ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ“ اور پھر ہم نے تم کو زمین پر جانشین بنایا تمہارے انگوٹوں کا تاکہ ہم دیکھیں تم کیا عمل کرتے ہو آج اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم کو اس زمانے میں پیدا کیا، زمانہ بہت خراب لیکن کرنے والے ہر زمانے میں کرتے رہے ہیں، جب تکوین پر لکھ رہی تھی اور کسی کو اپنی جان کا اطمینان نہیں تھا، اور کوئی سانس نہیں لے سکتا تھا، پوری دنیائے اسلام میں بڑے بڑے بہادر دُکے پڑے تھے اور بڑے بڑے بادشاہ کوفوں میں پڑے ہوئے تھے اور کوئی میدان میں نہیں نکل سکتا تھا اس وقت بھی اللہ کے بندوں نے نہ صرف یہ کہ دوسروں پر تبلیغ کی بلکہ تاجاروں تک کو مسلمان کر لیا۔

نئی نسل کے دل و دماغ میں اسلامی عقائد راسخ کیے جائیں

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

خطہٴ صدارت، دینی تعلیمی کانفرنس، منعقدہ خلیل آباد (سابقہ بستی) ۲۳ نومبر ۲۰۰۸ء

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و بعد
حضرات!

منفی اثرات سے بچانے کے لئے اگر ابتداء ہی میں ضروری تدابیر اختیار نہیں کی جائیں تو یہ نسل بڑی ہو کر اپنی ملت و قوم کے طور طریق پر پلٹنے والی نہیں ہوتی اور اس کا فکر و خیال غیروں سے ماخوذ ہوتا ہے۔

لہذا ملت کے دانشوروں کا یہ فریضہ ہوتا ہے کہ نئی نسل کی ابتدائی تعلیم ہی میں ان باتوں کو بچوں کے ذہن میں پیوست کرنے کا نظام بنائیں کہ جن سے ان کے ملی اور ایمانی تشخص کی بنیاد مضبوط پڑ جائے، اسی ضرورت کی اہمیت کو سامنے رکھ کر دینی تعلیمی کونسل کی تشکیل عمل میں لائی گئی تھی اور کونسل نے اپنے فریضہ کو انجام دینے کی فکر کی اور اپنے گزشتہ نصف صدی کے دور میں مسلمان بچوں کی ابتدائی تعلیم کے ایسے مکاتب قائم کئے جن میں شہری زندگی کے مضامین کے ساتھ دینی و اسلامی عقائد اور دین کی بنیادی باتیں بچوں کے ذہنوں میں اتار دی جائیں اور اس کا نظام ایسا بنایا جو ایک طرف اقتصادی لحاظ سے خود کفیل تھا اور دوسری طرف ملک کے سیکولر نظام کے تعلیمی ڈھانچے سے دستوری لحاظ سے متصادم بھی نہ تھا اور یہ اس لئے کہ دستور ہند کے دائرہ میں رہنے کی پابندی کی بنیاد پر اس کو اکثریت یا حکومت کی طرف سے رکاوٹ پیش نہ آئے اور تیسری بات یہ بھی پیش نظر رکھی گئی کہ کونسل کو اس بات کا بھی جائزہ لیتے رہنا ہے کہ ملک کے سیکولر دستور کے دائرہ میں رہتے ہوئے حکومت وقت کو بھی اس بات کی پابندی رکھنا ہے کہ وہ ملک کے شہریوں کے لئے ایسا نصاب تعلیم اختیار نہ کرے جس

ہم آپ سب کو دینی تعلیمی کونسل کی اس کانفرنس میں خوش آمدید کہتے ہیں، مسلمانوں کا یہ اہم ملی و تعلیمی ادارہ ہے، اس کی تشکیل آج سے تقریباً نصف صدی قبل آپ کے اسی خطہ میں انجام پائی تھی، اس کی تشکیل کا وقت وہ وقت تھا جبکہ ہندوستان کو آزادی ملنے پر مسلمانوں کو اقلیت میں ہونے کے باعث سخت حالات کا سامنا تھا، یہ حالات مسلمانوں کے مذہبی عقیدہ اور ان کے اسلامی تشخص کے لئے ایک طرح سے چیلنج بننے لگے تھے، اس صورت حال کے پیش نظر امت کے غیرت مند اور اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے کا مخلصانہ جذبہ رکھنے والے اہم افراد اکٹھا ہو کر اس عزم پر متفق ہوئے کہ مسلمانوں کی نئی نسل کو جو اس نئے آزاد ہونے والے ملک میں جہاں کے مسلمان اقلیت میں ہیں، ملک کی عام فضا جو اسلامی فکر و عقیدہ کے موافق نہیں ہے، اس سے بچانے کے لئے اس کے ابتدائی مرحلہ ہی میں ضروری قدم اٹھانا ہے اور کوئی بہتر نظام طے کرنا ہے، کیونکہ نئی نسل کسی بھی قوم کی ہو، کسی بھی ملک کی ہو، اپنے ماں باپ کے ماحول سے نکل کر جب دوسروں سے سیکھے اور اثر لینے کے مرحلہ میں داخل ہوتی ہے تو اپنے اخلاق و کردار اور عقائد و افکار پر ان کا پورا اثر قبول کرتی ہے، اور اس طرح وہ اپنے مذہب و ثقافت کے لحاظ سے دیگر مذہب و ثقافت والوں سے مختلف ہونے کی وجہ سے ورثہ میں حاصل کردہ اخلاق و کردار سے محروم ہو جاتی ہے، ان

میں اکثریت کو اکثریت کا مقام حاصل ہونے کی بنا پر اسکے مذہب کے عقائد و رسوم کی پابندی نامہ کی جائے، لہذا دینی تعلیمی کونسل کے ذمہ داروں نے اس بات کو بھی اپنے پروگرام میں رکھا کہ حکومت کے اسکولوں میں جاری کردہ نصاب تعلیم میں مذہبی عقائد کی کوئی ایسی بات نہ آئے جس سے ایک مذہب کی رعایت میں دوسرے مذہب کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔

حضرات!

ان دو پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کونسل نے کام شروع کیا، جس کے آغاز کا سہرا اسی خطہ کے اسلامی غیرت کے حامل قاضی عدیل عباسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے، کہ انہوں نے اس کام کی ضرورت کو بڑے ملی جذبہ کے ساتھ پورا کرنے کو اپنا مقصد بنایا اور کانفرنس کے انعقاد کی دعوت دی اور پھر اس ضرورت کا احساس رکھنے والے قائدین ملت کے ساتھ مل کر کونسل کی تشکیل کی، ان کو ملت کے غیرت مند عالم دین اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے پوری حمایت حاصل ہوئی اور کونسل کے اجتماع نے ان کو کونسل کا صدر اور قاضی صاحب کو کونسل کا سکریٹری منتخب کیا اور ان دونوں نے تاحیات ملت کے اس ضروری کام کو انجام دینے میں پوری توجہ کا ثبوت دیا اور ان کو متعدد ایسے رفقاءے کار بھی مل گئے، جنہوں نے اپنے کو اس کام میں بڑی تندی سے لگایا، جن میں قاضی صاحب کے عزیز و قریب مولانا محمود الحسن، وکیل ظفر احمد صدیقی اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحبان خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان لوگوں کی کوششوں سے پورے صوبہ میں ہزاروں ایسے کتب قائم ہوئے جن کو مقامی تعاون ہی سے چلایا جاتا تھا اور مقامی تعاون کی یہ شکل مقرر کی گئی کہ محلہ کے ہر مسلمان گھر میں کھانا پکانے کے لئے آٹا نکالتے وقت ایک چنگلی آٹا اس تعلیمی کام کے لئے الگ کر دیا جاتا تھا، جو سب اکٹھا ہو کر فروخت ہوتا تھا اور اس کی قیمت سے یہ کتب چلائے جاتے تھے، اور کتب کو درجہ پانچ تک رکھا گیا اور اس میں

ایسا نصاب جاری کیا گیا جو عصری اور دینی مضامین پر مشتمل ہو اور اس میں ایک طرف زندگی کے ضروری بنیادی مضامین بھی پڑھانے جائیں، اس مرحلہ سے گذر کر طالب علم حکومت کے اسکولوں کے چھٹے کلاس میں داخل ہو کر اپنے تعلیمی سلسلہ کو جاری رکھ سکتا ہے اور اس طرح بغیر کسی بڑے تغیر کے مناسب انداز میں دینی تعلیمی کونسل کا کام انجام پاتا ہے۔

کونسل کے مکتبوں کے ابتدائی پانچ درجات میں اسلامی عقائد اور بنیادی مسائل جو طالب علم کو پڑھانے جاتے ہیں وہ اس کے ذہن و دماغ کو آگے کی تعلیم میں صحیح لائن پر قائم رکھنے میں معاون بنتے ہیں اور اس طرح اس کے دین اور عقیدہ کی حفاظت کا انتظام ہو جاتا ہے جو بعد کی عام تعلیم کے دوران قائم رہتا ہے۔

اس مقصد کو اچھی طرح پورا کرنے کے لئے کونسل نے اپنے اس اچھے نقطہ نظر کے مطابق نصاب کی کتابیں بھی مرتب کرائی ہیں، ان میں عصر حاضر کی تعلیمی ضرورت کا بھی لحاظ رکھا ہے اور اس کے ساتھ مناسب طریقہ سے اسلامی عقیدہ و عمل کی تلقین کا بھی انتظام ہے۔

حضرات!

کونسل کا یہ کام غیر معمولی اہمیت کا حامل رہا ہے اور اس کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے ضرورت اس بات کی تھی کہ پورے صوبہ بلکہ پورے ملک میں جہاں جہاں مسلمانوں کی بستیاں ہیں اس کو پھیلایا جائے اور مسلمانوں کی کوئی بستی یا آبادی اس سے خالی نہ رہے، اس لئے کہ جہاں ایسا انتظام نہ کیا جاسکے گا تو وہاں شروع ہی سے مسلمان بچے مروجہ اسکولوں میں ایسا نصاب تعلیم پڑھنے پر مجبور ہوں گے جس میں ان کے دین و عقیدہ کا تو کوئی اشارہ نہ ہوگا، بلکہ ایسے مضامین ہوں گے جن میں اسلام سے مختلف یا مخالف طریقہ سے ذہن سازی کی گئی ہوگی، تو یہ بچے بڑے ہو کر مروجہ تعلیمی نظام میں اپنے دین کی بنیادی باتوں سے بھی ناواقف ہو کر تعلیم یافتہ بنیں گے اور یہ صورت اگر عمومی طور پر پیش آئے گی تو امت ایک دو نسلوں کے بعد صرف لفظ مسلمان سے

واقف ہوگی لیکن اس کی خصوصیات اور اس کی ضروری تعلیمات سے بھی ناواقف ہوگی، اور اس طرح پورے علاقے کے علاقے اسلام سے خالی ہونے کے خطرہ میں پڑ جائیں گے اور ایسا دنیا کے کئی ملکوں میں پیش آیا ہے، اور یہ بات کسی بھی مسلمان کے لئے اگر اس میں ذرا بھی دینی غیرت ہے تو قابل برداشت نہیں ہو سکتی۔

حضرات! میں اپنے ایک سابقہ خطبہ کے چند اقتباسات پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں جس میں میں نے عرض کیا تھا کہ:

”اس وقت ہم جب ملت کی باعزت اور قدروں کی حامل زندگی کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں اور ہماری دینی تعلیمی کونسل اپنے تجربات اور مشاہدات پر غور کرتی ہے تو ہمارے شعور میں بے چینی پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ اس ملک کے مسلمانوں کے اپنے ملی تشخص کے بقا کے حالات میں بڑی سنگینی نظر آتی ہے، اسی کے ساتھ مسلمانوں کے ملی شعور میں خاصی کی نظر آتی ہے، دینی تعلیمی کونسل کوئی حکومتی ادارہ نہیں، وہ ایک عوامی ادارہ ہے، اگر عوام کی طرف سے اس کی پوری ہمت افزائی نہیں ہوتی اور اس کو جس طاقت کی ضرورت ہے اس کو وہ طاقت اپنی ملت سے پوری پوری حاصل نہیں ہوتی تو وہ جو بھی پروگرام بنائے اور جو بھی نظام طے کرے وہ ملت کی ضرورت کو زیادہ پورا نہیں کر سکتا اور جب کہ اس ملک میں فرقہ وارانہ منفی ذہنیت کی وجہ سے بڑے نقصانات سامنے آرہے ہیں اور ملت کی زندگی کی اعلیٰ قدروں میں تبدیلی پیدا کئے جانے کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں، ایسی صورت میں اس کام کی اہمیت بہت زیادہ سامنے آ رہی ہے اور اس کو عوام میں تقویت ملنے میں کمی پائے جانے سے افسوس ہوتا ہے، اور مستقبل کے خطرات کا احساس بڑھ جاتا ہے۔

گزشتہ زمانہ میں جب اس ملک میں مسلمانوں کا وقار اور عزت صحیح مقام پر تھی اور ان میں اپنی ملی قدروں کا احساس بھی عام تھا تو مسلمانوں کی آغاز عمر کی نسل کا نشوونما ان کے بڑوں کی توجہ کے ساتھ ہوتا تھا اور وہ مناسب

تربیت پاتی تھی اور وہ یہاں پھیلے ہوئے عقیدہ شریک سے اجتناب کے ساتھ اور خدائے واحد کی عظمت اور اس کی صحیح تابعداری کے احساس کے ساتھ اور امت مسلمہ کے صحیح عقائد و رجحانات و مبادئی سے واقفیت اور ان پر یقین کے ساتھ پروان چڑھتی تھی، گھروں میں اور گھروں سے باہر مسجدوں میں اس نئی نسل کو آغاز عمر ہی سے صحیح ذہنی غذا ملنی شروع ہو جاتی تھی جس کے انجام دینے والے گھر کے بزرگ اور بوڑھے افراد ہوتے تھے،

اس کے ساتھ مسجدوں کے امام و مؤذن حضرات سے مدد لی جاتی تھی، یہ سلسلہ جدید ہندوستان میں اب منقطع ہو چکا ہے اور اس کا کوئی متبادل سلسلہ باقاعدہ قائم نہیں، اب صرف نئی نسل کے وہی بچے ان خطرات سے محفوظ ہو پارہے ہیں جو علوم دینیہ کے مدارس میں بھیجے جاتے ہیں، لیکن ان کی تعداد سو میں تین چار سے زیادہ نہیں، باقی تعداد دینی اقدار کے لحاظ سے برباد ہو رہی ہے کیونکہ گھروں میں وہ سابق نظام باقی نہیں رہا، اور اس کے بجائے بازاروں کی اشتہاری دنیا اور روزانہ اخبارات کی طرف سے غیر محتاط رخ دینے اور پھر مٹی وی کے پروگرام جن سے ہمدرد سابقہ پڑتا ہے، وہ نئی نسل کو کس خطرناک تغیر کی طرف لے جا رہے ہیں اس کا اندازہ سب کر سکتے ہیں، ایسی صورت میں اگر ہم ان حالات کو بدل نہیں سکتے کیونکہ یہ ملک کی قومی زندگی میں اس طرح سرایت کر گئے ہیں جس طرح پانی میں کسی رنگ کی آمیزش سے رنگ سرایت کر جاتا ہے، تو کم از کم ہم اس کا کچھ بدرقہ اختیار کر سکتے ہیں اور وہ بدرقہ ہمارے یہ ابتدائی تعلیم کے اسلامی پرائمری مدارس ہیں جو دینی تعلیمی کونسل اور اسی جیسے عوامی اداروں کی سربراہی میں عوامی وسائل سے چلائے جاتے ہیں، ان میں قومی اسکولوں میں دی جانے والی ذہنی تشکیل کی غذا سے جو ایک مسلمان کو اپنی ملی اور دینی قدروں سے بٹانے والی ہے، سابقہ پڑنے سے پہلے ہی مسلمان بچوں کو اپنے خدائے واحد اور رسول خاتم النبیین ﷺ سے متعارف کرایا جاتا ہے اور ان سے ان کا مذہبی اور عقائد کی رشتہ

قرآن پاک! زندہ بھی ہے اور زندگی بخش بھی ہے

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی

اگست ۲۰۰۸ء میں ادارہ المعہد الاسلامی، مانگ مو، سہارنپور کی ایک اہم اور وقار تفریب کے موقع پر مولانا نے یہ چشم کشا خطاب فرمایا تھا۔ افادہ عام کے لیے یہ تقریر رنڈر قارئین ہے۔

قرآن پاک عجمیوں کی بھی کتاب ہے

میرے بھائیو اور دوستو! یہ اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی دولت دی ہے، اور اللہ نے اس کے اندر بڑی کشش رکھی ہے، ابھی ایک جگہ میں گیا، وہاں ایک قاری نے اتنی اچھی تلاوت کی کہ مجھے بھی مزا آ گیا، بس میں نے کہا کہ یہاں سے ایک نیا نکتہ سامنے آ گیا کہ قرآن سراپا اعجاز ہے، اس کے الفاظ اس کے جملے، اس کی عبارت اعجاز ہے اور اس کی تلاوت کی دلکشی تو سب کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے، پھر وہ سمجھنے کی بھی کوشش کرتا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عربی میں قرآن مجید ہے تو عجمیوں کی کتاب کیسے؟ یہ سب کی کتاب ہے، سارے عالم کی کتاب ہے، لیکن ہے عربی میں، تو جب ہم نے ان کی قرأت سنی، تلاوت سنی، ہم نے کہا: اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ عجمیوں کی بھی کتاب ہے کہ جو سمجھے یا نہ سمجھے لیکن قرآن اس کو کھینچ لیتا ہے۔

قرآن پاک اصلاح کا محتاج نہیں

قرآن خود اصلاح کرتا ہے اس کی اصلاح کی ضرورت نہیں، یہ غلط فہمی ہے، دیکھئے ہمارے بچے تجوید سیکھتے ہیں کہ تجوید سیکھو، قرآن کے حروف صحیح کر لو، کہتے ہیں تجوید سکھائی جاتی ہے، قاف ایسے لگتا ہے تو یہ قرآن کے الفاظ صحیح نہیں کرنا ہے، اپنے حلق کو صحیح کرنا ہے، قرآن آپ کے حلق کو ٹھیک کر رہا ہے، اب یہ قرآن کو صحیح

پڑھایا ہے، جب ملے گیا تو میرا ہاتھ نہیں چھوڑ رہے تھے، پکڑ لیا، بڑی محبت سے ملے، اور کہنے لگے کہ مولانا عبداللہ صاحب میری ۹۵ سال کی عمر ہے، اور اب بھی ۱۳ گھنٹے قرآن شریف پڑھتا پڑھاتا ہوں، اور مجھے کوئی بیماری نہیں ہے، الحمد للہ مجھے کوئی بیماری نہیں، ۹۵ سال کا ہوں، اور یہ قرآن کی برکت ہے، میں ان کو دیکھتا رہا، ہاتھ پکڑے رہے، کہنے لگے میں صبح آجاتا ہوں ناشتہ کی فکر نہیں ہوتی میرے لیے یہ ناشتہ اصلی ہے، بس آکر رات تک وہیں بیٹھا رہتا ہوں، بس میری غذا ہے، ابھی چند ہفتے پہلے انتقال ہوا ہے، بہار کے سفر میں جانے والے تھے، ٹھیک تھے لیکن وقت آ گیا تھا، جب وقت آجائے تو آجاتا ہے، اطمینان سے چلے گئے، قرآن کا آدی تھا اطمینان سے چلا گیا، قرآن کے الفاظ سے تعلق رکھنے والوں کا یہ حال ہے۔

قرآنی اوصاف پیدا کر لیں تو.....

اور قرآن کے پیغام سے جو تعلق رکھتا ہے، قرآنی اوصاف پیدا کر لے اس کا مقام کتنا بلند ہوگا اس کا اندازہ مشکل ہے، اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا گیا "کان خلقہ القرآن" آپ سراپا قرآن تھے، تو آپ سب سے اونچے مقام پر تھے "انک لعلی خلق عظیم" پھر جو جتنا قرآن کو اپنے اندر اتار لے گا اتنا ہی اونچا مقام اس کا ہوتا چلا جائے گا، یہ اصل بات ہے، ہمارے حضرت مولانا کو اللہ تعالیٰ نے وہ مقام عطا فرمایا تھا، دراصل قرآن ان کے اندر کسی وجہ میں آ گیا تھا، اس لیے فرماتے تھے میرا جتنا کام ہے وہ قرآن مجید کے طفیل میں ہے، میں جو کہہ رہا تھا کہ قرآن مجید میں Current ہے اس کرنٹ کی مثال بھی حضرت مولانا کی دینے دیتا ہوں۔

ایک قرآن کے آدمی کی آواز پو ملک هل گیا

جب وندے ماترم کا قصہ اٹھا اور گورنمنٹ بھی کیسی تھی وہ سب جانتے ہیں، اور لوگوں نے نہ جانے

ہم اس علاقہ کے حساس مسلمانوں کو توجہ دلانا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں، کہ آپ کے علاقہ کے عظیم فرزند اور ان کے اعزہ و رفقاء نے یہاں سے آواز بلند کی تھی اور ان کے آواز بلند کرنے سے پورے علاقہ پر اس بات کی ذمہ داری کا بوجھ اسی وقت پڑ گیا تھا جس کو انہوں نے اٹھایا اور جب کہ اس کام کے رفقاء میں کی آگئی ہے اس میں تیزی پیدا کرنے کی ذمہ داری آپ پر زیادہ عائد ہوتی ہے، آپ سے امید ہے کہ اس ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے اس ایک کانفرنس کا انعقاد کر کے مطمئن نہ ہو جائیں، بلکہ اس کی فکر بڑھانا چاہئے کہ یہ کام زیادہ ہمت اور توجہ سے انجام دیا جائے اور زیادہ سے زیادہ علاقوں میں مکاتب قائم ہوں اور ان کے ذریعہ نسل کے دل و دماغ میں اسلام کے بنیادی عقائد و مسائل راسخ کردئے جائیں تاکہ اس کے ذریعہ کم سے کم ان کا اسلامی ذہنی تشخص محفوظ رہے اور وہ اپنے اس قیمتی تشخص سے محروم نہ ہو جائیں، سب کو اس کی فکر کی ضرورت ہے کہ ہم اس ملک میں اپنے ایمان و اسلام کی سلامتی کے ساتھ زندگی گزاریں اور ہمارا یہ عقیدہ اور یہ اسلامی تشخص ہم سے چھینا نہ جاسکے، اس کے لئے اس کام سے دلچسپی بڑھانے کی اور اس کے لئے مناسب کارگزاریوں کے آگے بڑھنے کی اور کام کے سنبھالنے کیلئے سامنے آنے کی ضرورت ہے۔

امید ہے کہ یہ کانفرنس بہت اچھے نتائج پیدا کرے گی اور اس سے کام کے بڑھانے اور اس کو تقویت پہنچانے کا نیا دور شروع ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کام کے کرنے والوں کی محنت کو قبول فرمائے اور ان کی ہمت میں اضافہ فرمائے، اسی کی توفیق سے سارے کام انجام پاتے ہیں اور اسی کے بھروسہ پر کام کرنے والوں میں حوصلہ پیدا ہوتا ہے، اسی سے دعا ہے کہ ان کوششوں کو قبول فرمائے اور ان کو مفید و کارآمد بنائے۔

☆☆☆☆☆

اپنی بنیادی قدروں سے آشنا ہو، اس میں اس کو دھوکہ کھانے سے اور غیروں کے مخالفانہ اثرات سے محفوظ رہنے کا راستہ مل جائے گا۔

حضرات!

کانفرنس کے مذکورہ بالا مقصد کے حصول کے لئے جتنی توجہ کی ضرورت ہے وہ شروع میں بڑی حد تک حاصل کرتی رہی، لیکن بڑی شخصیتوں کے گزر جانے پر کارگزاریوں کی کمی تیز اس کے لئے مطلوبہ مصارف کی کمی نے کام کی مقدار اور رفتار کو کم کر دیا، لیکن اس عظیم کام کی اہمیت ذرا بھی کم نہیں ہوتی، اس کے لئے کونسل وقتاً فوقتاً غیرت مند مسلمانوں کو اس سلسلہ میں بیدار کرنے اور توجہ دلانے کے لئے مختلف جگہوں پر کانفرنس منعقد کرتی رہی ہے، اور اس سے کم سے کم اس خطہ میں جہاں کانفرنس منعقد ہوتی ہے وہاں دینی تعلیمی کونسل کی ضرورت کو سمجھا اور محسوس کیا گیا، لیکن عملی لحاظ سے کارگزاریوں کی کمی کا سلسلہ باقی رہا، کونسل کے موجودہ جنرل سکرٹری ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی صاحب فکر مند رہے اور اپنے اہل تعلق اور ہم خیال احباب سے مشورہ بھی کرتے رہے، اس مشورہ کے نتیجے میں یہ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے، اس کے انعقاد میں علاقہ بستی کے اضلاع کے لوگوں کا تقاضہ اور فکر مندی اور تعاون کی پیشکش محرک ہے، جو بڑی فال نیک ہے کیونکہ اسی علاقہ میں اس کام کا آغاز ہوا تھا، کیا عجب ہے کہ اس کانفرنس سے اس تحریک میں ایک نئے دور کا آغاز ہو جس کے نتیجے میں اس نسل کے ذہنوں کو ان کی عمر کے آغاز ہی میں اسلام کے صحیح عقیدہ و عمل سے واقف کر دینا ضروری ہے، تاکہ وہ اپنے صحیح راستے سے بھٹکنے سے محفوظ رہیں، ہماری دینی تعلیمی کونسل کی ساری جدوجہد یہی ہے اور اس کے لئے یہ کونسل لوگوں کو توجہ کرتی ہے اور اپنے وسائل سے پرائمری تعلیم کے کلاس پانچ تک کے وقت میں اپنے نظام کو قائم کرتی ہے تاکہ جب بچے کلاس چھ میں تعلیم کے قومی نظام میں شامل ہوتے ہیں اس کے عقائد اور دینی بنیادیں قائم ہو سکیں اور وہ اپنے کونسلان ملت کا فرزند سمجھے اور پخت سوال ہوگا جہاں جواب دینا مشکل ہوگا۔

قائم کیا جاتا ہے، کہ وہ اپنے عقائد کو غیروں کے عقائد کے سامنے طفیل ہونے سے بچاسکیں۔

حضرات!

مسلمانوں کے لئے مذہب کے سلسلہ میں یہ جاننا اور ماننا ضروری ہے کہ ان کا مذہب توحید کا مذہب ہے جس میں خدا کو ایک ماننا اور تنہا اسی کی بندگی کرنا ضروری ہے وہ شرک کی کسی قسم و شکل کو قبول نہیں کرتا، نیز یہ کہ مذہب اسلام بالکل کامل و مکمل مذہب ہے، زندگی کے تمام معاملات میں وہ خیر خواہانہ رہنمائی کرتا ہے، اس کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہی تعلیمات کے لئے بھیجے گئے، ان کی تابعداری اور ان کے احکام پر عمل ضروری قرار دیا گیا، اسلام میں یہ جاننا اور ماننا بھی ضروری قرار دیا گیا کہ انسانوں کی موجودہ زندگی کے بعد دوسری زندگی بھی ہوگی جس کو آخرت کہتے ہیں جہاں ہماری اس دنیا کی زندگی میں کئے گئے ہمارے اچھے اور برے کاموں کا بدلہ ملے گا، اسلام کوئی زبردستی کا مذہب نہیں ہے، وہ کسی پر زبردستی کر کے اپنے کو ماننے پر مجبور کرنے کو نہیں کہتا، وہ اچھی باتوں کی طرف دعوت دیتا ہے اور سب انسانوں کے ساتھ خواہ گورے ہوں یا کالے، امیر ہوں یا غریب، سب کے ساتھ برابری کا معاملہ کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

اسلام نے ہم کو جو تعلیمات دی ہیں ان کا جاننا اور ماننا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، چنانچہ ہم کو اس ملک میں جہاں طرح طرح کے عقیدے اور مذاہب ہیں، اپنی نئی نسل کے ذہنوں کو ان کی عمر کے آغاز ہی میں اسلام کے صحیح عقیدہ و عمل سے واقف کر دینا ضروری ہے، تاکہ وہ اپنے صحیح راستے سے بھٹکنے سے محفوظ رہیں، ہماری دینی تعلیمی کونسل کی ساری جدوجہد یہی ہے اور اس کے لئے یہ کونسل لوگوں کو توجہ کرتی ہے اور اپنے وسائل سے پرائمری تعلیم کے کلاس پانچ تک کے وقت میں اپنے نظام کو قائم کرتی ہے تاکہ جب بچے کلاس چھ میں تعلیم کے قومی نظام میں شامل ہوتے ہیں اس کے عقائد اور دینی بنیادیں قائم ہو سکیں اور وہ اپنے کونسلان ملت کا فرزند سمجھے اور

کتنے تو دے دیئے اور کیا کیا لیکن کسی پر کوئی اس کا از نہیں پڑا، لیکن جب ایک قرآن کے آدمی نے لب کشائی کی، جب صرف اتنا کہا کہ اپنے بچوں کو بتائیں گے، تو یہی نہیں کہ حکومت مل گئی، پورا ملک مل گیا اور اس وزیر کو استغنیٰ دینا پڑا، اور وہاں کے لوگوں کو معافی مانگی پڑی۔

قرآن والا بلند ہوتا ہے

یہ قرآن جب اندر پیدا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قرآن والے کی شان بلند کر دیتا ہے، جتنا قرآن بلند ہے اتنا ہی وہ بلند ہوتا چلا جاتا ہے، اور قرآن کی اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے وہ کبھی نیچے نہیں رہتا ہے، اوپر ہی رہتا ہے، تو جو قرآن کے ساتھ اپنے تعلق کو جتنا قائم کر لے گا وہ ہمیشہ اوپر رہے گا، اور ہمیشہ اوپر بڑھتا چلا جائے گا، تو اگر ہمارے طلباء جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں قرآن سے اتنا تعلق واقعی قائم کر لیں تو کیا سے کیا ہو جائیں، اس وقت امت ظاہری اعتبار سے قرآن سے کسی درجہ میں وابستہ ہے تو ظاہری اعتبار سے کچھ عقافت ہو رہی ہے، اور اب وہ ظاہری معاملہ بھی کم ہوتا جا رہا ہے، میرے بچپن تک میں نے دیکھا، میں ندوہ سے گھر بیٹل جاتا تھا راستہ میں کئی گھروں سے قرآن کی تلاوت کی آواز آتی تھی، اب وہ بھی ختم ہوتی جا رہی ہے، اور جس دن خدا خواستہ گھروں سے تلاوت بھی چلی گئی اور یہ حافظ چلے گئے تو بس پھر آپ پریشانیوں کے لیے تیار ہو جائیں، اور امتحانات جو ہر ادینے والے ہیں اور پوری طرح کمر توڑ دینے والے ہیں، اس کے لیے تیار ہو جائیے۔

حضرت مولانا کا اہل برما کو انتباہ

ہمارے حضرت مولانا جب برما گئے تھے تو حضرت مولانا نے وہاں تقریر کی اور کہا کہ دیکھئے دو باتیں آپ سے کہہتا ہوں، مسلمان نرم ہو گئے ہیں، جس کو اگر یوں کہیں گے تو ہائی کا لیکن ہو گئے ہیں، ان سے کہتے محنت کیجئے کہ فولاد ہو جائیں، اور ہمارے

غیر مسلموں کے دل پتھر ہیں، اور فولاد ہیں، ان پر محنت کیجئے، کہ وہ نرم ہو جائیں اور ان دو کاموں کے علاوہ کوئی دوسرا کام نظر نہیں آتا، یہ برما میں تقریر کی اور پھر کہا کہ اگر آپ یہاں کام نہ کریں گے تو میں آپ سے کہتا ہوں انڈس میں سب کچھ تھا لیکن آپس کی لڑائی اور عیاشی تھی اور ان دو چیزوں سے وہاں کے لوگوں نے کنارہ کشی کر لی تھی اللہ تعالیٰ نے کان پکڑ کر نکال دیا، حضرت مولانا نے یہ الفاظ تحریر فرمائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو انڈس سے کان پکڑ کر نکال دیا، برما میں یہ بات فرمائی، آج تک برما میں لوگ یہ تقریر یاد کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ مولانا کے جانے کے تین سال بعد دوکانوں پر تالے پڑ گئے، اور پورے برما میں مسلمانوں کے ساتھ بہت براسلوک ہوا۔ یہاں کے سلسلہ میں بھی حضرت مولانا نے بات کہی تھی۔

آپ بھی ہوشیار رہیں

میں آپ سے کہتا ہوں کہ اگر آپ نے یہ دو کام نہیں کئے تو اللہ تعالیٰ آپ کے بھی کان پکڑ کر یہاں سے نکال دے گا، آپ کی دوکانوں پر تالے لگ جائیں گے، آپ کے کارخانے سیل کر دیئے جائیں گے۔ اس لیے اپنے اختلافات کو بھلاؤ اور اپنے تنازعات کو ختم کر لو اور دعوت اپنوں میں بھی دو اپنوں کے اندر بھی مضبوطی پیدا کرو، عقیدہ کی چنگلی پیدا کرو، اخلاق حمیدہ پیدا کرو، کردار کے اندر چنگلی کرو، اگر یہ کرو گے تو باقی رہو گے اور اگر خدا خواستہ یہ کام نہیں کیا یہاں بھی خطرہ اسی کا ہے جو وہاں ہوا تھا۔ اور غیروں کو بھی دعوت دو جو اس وقت کا سب سے اہم کام ہے، وقت کی ضرورت ہے، سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، صحابہ کا طریقہ ہے، اصحاب دعوت و عزیمت کا شیوہ ہے اور بقا و سلامتی کا ضامن ہے، ترقی اور کامیابی کا راستہ ہے۔

تاجر تجارت پر دعوت کو مقدم کریں

اور ایک جگہ یہ بھی حضرت مولانا نے فرمایا کہ

اگر میرے سامنے تاجر بیٹھے ہوں اور مجھے اگر موقع ملتا تو میں ان سے کہہ دیتا کہ دس سال کے لیے اپنی دوکانیں بند کر دو، دس سال کے لیے اپنے کارخانوں کو چھوڑ دو، اور دس سال دعوت کی محنت کر لو، میں کہہ رہا ہوں کہ دس سال کے بعد تمہاری دوکانیں چمک جائیں گی اور جتنا تم کو اب نفع مل رہا ہے اس سے دس گنا نفع ہوگا، تو میرے بھائیوں اور دوستوں! آج ضرورت اسی بات کی ہے۔

تیبہ ہلانے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا

اور ہمارے جو خاص طور سے انگریزی لائن کے لوگ ہیں وہ تو پتھارے قابل رحم ہیں، ان کے پاس تو کچھ نہیں رہ گیا، کچھ بھی نہیں رہ گیا، نہ عقیدہ ہے نہ اخلاق ہے نہ کردار ہے اور نہ کوئی چیز ہے، چند گے ہیں، چند سکے ہیں، جس کو اچھالتے رہتے ہیں، جیسے بچوں کا کھلونا ہوتا ہے، پہلے کھلونے ملتے نہیں تھے اب تو ہر جگہ کھلونے ہی کھلونے ہیں بلکہ دنیا بھی کھلونا ہو کر رہ گئی ہے، میری دادی صاحبہ تھیں، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، مجھے یاد نہیں، بعض بڑوں نے بتایا کہ تم روتے تھے تو تم کو چپ کرانے اور بہلانے کے لیے پیسوں کی ڈبیہ، جس میں سکے ڈال کر رکھتی ہلاتی اور جاتی تھیں، ایسے ہی ہمارے اس وقت کے مالدار ہیں، اس وقت کے عہدے والے ہیں، جب مصیبتیں آتی ہیں، تو ڈبیہ ہلاتے ہیں، اس ڈبیہ سے کیا ہونے والا ہے، اس سے کچھ نہیں ہونے والا ہے، میرے بھائیو تم کو میدان میں آنا پڑے گا، اور کام کے لیے کمرہت باندھنی پڑے گی، اگر یہ کام ہے تو کرو، ورنہ تمہارے پیسوں سے، تمہارے ان عہدوں سے تمہارے ان منصبوں سے ایک رتی امت کا فائدہ ہونے والا نہیں، امت کا فائدہ اگر ہوگا تو دعوت کے کام سے ہوگا اور اپنے اندر قرآن کی تعلیمات پیدا کر کے ہوگا اس کے احکامات پر عمل کر کے ہوگا۔

قرآن سے تعلق قائم کرنا ہوگا جب جا کر آپ

کام کر سکتے ہیں۔

غیر مسلموں کو قرآن پڑھنا پڑا

ابھی ایک جگہ بہت سے غیر مسلم بیٹھ گئے، مجھے معلوم نہ تھا قرآن کی کشش پر میں نے پوری تقریر کر دی، تو وہاں سے کئی غیر مسلموں کے ٹیلی فون آئے، کہتے لگے آپ نے ایسی تقریر کر دی ہے کہ مجھے پڑھنا پڑے گا، قرآن شریف کیا ہے؟ اس لیے ہم نے کہا، یہ قرآن پاک کی کشش ہے، یہ اپنی طرف مائل کرتا ہے، عام پڑھے لکھے لوگوں کا حال یہ ہے کہ کہتے ہیں ہائبل بھی اللہ کی کتاب ہے اور تورات بھی اللہ کی کتاب ہے، اور زبور بھی، وید بھی اور قرآن بھی کتاب ہے، ہم کہتے ہیں، بس ایک لفظ اس میں بڑھا لیجئے، معاملہ سمجھ میں آجائے گا، وہ ساری کتابیں تھیں، ہم انکار نہیں کرتے، تھیں مگر..... اب نہیں، قرآن پاک اب بھی اللہ کی کتاب ہے۔

قرآن پاک میں فطری خوبصورتی ہے

قرآن جو ہے وہ اللہ کا کلام ہے اس لیے وہ خراب نہیں ہو سکتا، جیسا ہے ویسا ہی رہے گا، وہی طاقت، وہی توانائی، وہی اس کے اندر انقلاب انگیزی، وہی تاثیر آج بھی اس کے اندر پائی جاتی ہے، اسی لیے دیکھئے جب کوئی بدصورت ہوتا ہے تو اس کو خوبصورت بنایا جاتا ہے، آج کل تو بہت تماشے چل رہے ہیں، ہماری پلاسٹک سرجری نے نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچا دیا، سب ہو رہا ہے اور جب دلہن بنتی ہے تو اس کو سجاتے ہیں، خوبصورت بناتے ہیں، لیکن جو خود اپنی جگہ پر حسین ترین ہو اگر اس کو آپ خوبصورت بنائیں گے تو خراب ہو جائے گی، ایسے ہی قرآن ہے، آپ اس کو اچھانے کی کوشش کریں گے خارجی چیزوں سے تو یہ خراب ہو جائے گا، یہ خود حسین ہے، باقی جتنی پڑھی جانے والی چیزیں ہیں ان کو بڑھ کر کشش بنانے کے لیے کیسے متن کئے جاتے ہیں کہیں گایا جا رہا ہے، کہیں باجے وغیرہ بنا رہا ہے، کہیں کچھ اور اس کے برخلاف

اگر قرآن کے ساتھ آپ تالی اور تراشہ کریں گے تو بیکار ہو جائے گا، تو قرآن اپنی جگہ پر ہے، حسن و جمال کا پیکر ہے، لیکن آدمی اس کو سمجھے اور اس کے اندر غیر معمولی کشش ہے، پاور ہے، طاقت ہے، انرجی ہے۔

تعلیمات قرآنی پر عمل بھار کسی ضامن ہیں

اب ہم اگر الفاظ کو یاد رکھ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر کی حفاظت فرمائیں گے لیکن ہم اگر قرآن مجید کے معنی اس کے احکام اس کے ادھر، اسکی تعلیمات اس کی برکتیں اور جو اس میں چیزیں ہیں اس کو عام کر دیں تو ظاہر ہے کہ سارے عالم میں بہار آجائے، صالح انقلاب آجائے، لیکن قرآن کو پہلے سمجھئے تو۔

ہمیں آسانی سے وید نہ مل سکی

آج ہمارے مسلمانوں کا حال بھی وہی ہوتا جا رہا ہے جو غیر مسلموں کے یہاں ہے، ہم کو وید کی تلاش تھی، ہمارے یہاں ایک مہاراج جی ہیں ان کو ضرورت تھی تو میں خود غازی پور گیا، اور بنارس میں ساری جگہ ڈھونڈی، بہت مشکل سے ایک جگہ ملی پر بڑی مہنگی، خرید کر لے آئے۔

قرآن پاک ہر جگہ ہے مگر پڑھنے والے نہیں

اور قرآن ہے ہر جگہ ہے لیکن پڑھنے والے نہیں اور اگر پڑھتے ہیں تو الفاظ پڑھتے ہیں، اس پر مطمئن ہیں، بڑے بڑے حضرات ہیں، ایک انگریزی پڑھا ہوا آدمی ہمارے پاس آیا، کہا ہمارا لڑکا عربی پڑھتا ہے، اوہ اوہ..... ماشاء اللہ آپ کا لڑکا عربی بھی پڑھتا ہے، ماشاء اللہ بڑا آسان سمجھ لیا عربی کو، آپ کا لڑکا پڑھتا ہے، بیچارے جانتے نہیں تھے جیسے چھوٹا سا آدمی ہو جس کے عقل نہ ہو، عربی کیا پڑھتا ہے، ہاں یہ کیسے کہ قرآن کے الفاظ پڑھ رہا ہے، قرآن کی تلاوت سمجھ رہا ہے، یہ ان کا بڑا کرم ہے، انہوں نے تلاوت میں اجر و ثواب رکھا کہ تم تلاوت ہی کر لو، تمہارا بیڑا

پارہ ہو جائے گا، اے عجیبو! تلاوت ہی کر لو تمہارا بیڑا پار ہو جائے گا، لیکن اگر تلاوت بھی نہ کی تو بیخ دیا جائے گا، بیون دیا جائے گا، اٹھا کے پھینک دیا جائے گا۔

قرآن مجید اذہان بدل رہا ہے

جو قرآن مجید کے سمجھنے والے ہیں، ان کی کیفیتیں بدلتی جا رہی ہیں، جو سمجھ کر پڑھ رہے ہیں، اس لیے عرب سنتے تھے، وہ یک نخت بدل جاتے تھے، کیفیت بدل جاتی تھی، سمجھتے تھے کہ قرآن کیا کیا کہہ رہا ہے، اسی لیے قرآن مجید میں آیا وہیہ ذکر کم افلا تعقلون" قرآن میں تمہارا تذکرہ ہے، اگر پڑھ لو، کہ جناب والا اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔

قرآن مجید آپ کی ذاتی کتب بھی ہے

قرآن میں آپ کا تذکرہ ہے، اگر آدمی کو معلوم ہو جائے کہ کسی کتاب میں ہمارا تذکرہ ہے، تو ہم اس کتاب کو خرید کر لائیں گے، دیکھیں گے ہمارا تذکرہ کیسے ہے؟ کہاں ہے؟ ایسے ہی قرآن میں سارے انسانوں کا تذکرہ ہے، ساری جماعتوں کا تذکرہ ہے، حضرت اخف بن قیس کا مشہور واقعہ ہے کہ انہوں نے قرآن کھولا کہ میں معلوم کروں کہ ہمارا تذکرہ کہاں ہے، حضرت مولانا نے اسے بیان فرمایا ہے، انہوں نے قرآن پاک کھولا اور اہل جنت کا تذکرہ پڑھا تو کہنے لگے میں ان میں سے نہیں ہوں، پھر اہل جہنم کا ذکر پڑھا تو کہنے لگے میں ایسا شقی و بد بخت بھی نہیں ہوں..... بولے یا اللہ کیا ترے قرآن میں مراد کر نہیں ہے "وآخرون اعترفوا بذنوبہم خلطوا عملا صالحا و آخر سینا"۔

کہ کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنے اچھے عمل بھی کیے اور کچھ برے عمل بھی کیے ہیں، خلط ملط ہیں، کہنے لگا کہ ہاں یہ میرا تذکرہ ہے تو ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، سب قرآن میں لکھا ہوا موجود ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۶ پر)

سماج کی تین بیماریاں

مولا نابلہ عبداللہ حسنی ندوی

آخری قسط

تیسری بیماری جس کا آیت شریفہ میں ذکر ہے وہ غیبت ہے، ارشاد ہوتا ہے: "ولا یغتب بعضکم بعضاً" اور تم میں بعض کی غیبت نہ کریں، غیب کہتے ہیں پیٹھ پیچھے کسی کی برائی بیان کرنا، حدیث میں اس کی وضاحت و تفسیر موجود ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "اندرون ما لغبیة قالوا اللہ ورسولہ أعلم قال ذکرت احاک بما یکرہ قبل افرایت ان کان فی اخی ما قول، قال ان کان فیہ ماتقول فقد اغتبتہ وان لم یکن فیہ ماتقول فقد بہتہ" (رواہ مسلم)

تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے، صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کا ایسا تذکرہ جو اس کو ناپسند ہو، دریافت کیا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ (ناپسندیدہ) چیز موجود ہو جو میں کہہ رہا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس کے اندر وہ چیز موجود ہے تب ہی تو تم نے غیبت کی اور اگر وہ چیز موجود ہی نہیں ہے تو تم نے اس پر بہت لگائی (جو غیبت سے بڑا گناہ ہے)

عام طور پر لوگ اس غلط فہمی کا شکار رہتے ہیں کہ اگر کسی ایسی برائی کو بیان کیا جائے جو موجود ہے تو یہ غیبت نہیں ہے، اس حدیث میں بات صاف کر دی

گئی کہ غیبت تو جب ہی ہے کہ برائی موجود ہو، اور اگر برائی موجود نہیں ہے تب تو یہ بہتان طرازی اور الزام تراشی ہے جو بدترین گناہوں میں سے ہے۔ عام طور پر سوء مزاج کے نتیجے میں آدمی غیبت میں مبتلا ہوتا ہے، بعض لوگ تو صرف نا عاقبت اندیشی کی بنا پر یہ کام کرتے ہیں، ان کو یہ خیال ہی نہیں رہتا کہ دنیا و آخرت میں اس کے نقصانات کیا ہیں، ایک بڑی تعداد انانیت پسند لوگوں کی بھی ہوتی ہے جو کسی کو اٹھتا ہوا نہیں دیکھ سکتے، ان کے سامنے اگر کسی کی تعریف کی جائے لگے تو فوراً وہ برائیاں تلاش کر کے بیان کرنے لگتے ہیں، جب کہ اسلامی مزاج کا تقاضا یہ تھا کہ دس برائیوں میں اگر ایک نیکی بھی ہے تو نیکی کا چچا کیا جائے اور برائیوں کا تذکرہ نہ ہو، تاہم یہ بھی خیال رہے کہ اگر کہیں گواہی دینے کا مسئلہ ہے یا کوئی کسی کے بارے میں مشورہ کر رہا ہے تو اپنے علم کے مطابق صحیح رائے کا اظہار ضروری ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری پوری وضاحت فرمادی، اگر کوئی نقص تھا تو وہ بھی بیان کر دیا تاکہ آدمی دھوکہ میں نہ پڑے اور بعد میں اس کو پچھتاوہ نہ اٹھانا پڑے، محدثین کے یہاں جرح و تعدیل کا مستقل فن اسی لیے وجود میں آیا کہ غلط لوگوں سے روایات نقل کرنے میں احتیاط برتی جائے اور بے اصل روایات معاشرہ میں پھیل نہ جائیں، یہ ایک دینی شرعی عرفی مصلحت و ضرورت تھی

اور اب بھی اگر ضرورت پڑے تو بالکل دو ٹوک انداز میں بات صاف کر دی جائے تاکہ نہ افراد دھوکے میں پڑیں اور نہ ہی امت کسی دھوکے کا شکار ہو، لیکن یہ بات خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ اس میں حدود قائم رکھے جائیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس میں انانیت شامل ہو جاتی ہے اور اس پر ضرورت کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے، موجودہ دور میں یہ بیماری اچھے اچھے دہدار حلقوں میں پیدا ہو گئی ہے، جب کہ حدیث میں اس کو بدترین گناہوں میں شمار کیا گیا ہے، بیہقی کی ایک روایت میں آتا ہے:

"الغبیة أشد من الزنا قالوا یا رسول اللہ وکیف الغبیة أشد من الزنا قال: ان الرجل لیزنی فیتوب فیتوب اللہ علیہ، وان صاحب الغبیة لا یغفر له حتی یتوب لہ صحابہ"

غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی زنا کرتا ہے پھر وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں اور غیبت کرنے والے کی اس وقت تک مغفرت نہیں ہوتی جب تک وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی اس نے غیبت کی ہے۔

ظاہر ہے جس کی غیبت کی گئی ہے معاشرہ میں اس کو گرانے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ اس کا ایک بہت بڑا نقصان ہے، اسی لیے غیبت کو بھائی کے مراد گوشت کھانے کے مراد قرار دیا گیا ہے، جب تک اس سے معافی نہ مانگ لی جائے، اس وقت تک اس گناہ سے معافی مشکل ہے اس لیے کہ یہ بندوں کے حقوق میں سے ہے، اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف فرمادیں گے لیکن بندوں کے حقوق اس وقت تک معاف نہیں فرمائیں گے جب تک وہ

ادانہ کر دیے جائیں یا معاف نہ کرائے جائیں۔ کبھی ایسی صورت حال بھی پیش آتی ہے کہ جس کی غیبت کی گئی اس کا انتقال ہو گیا یا اس کا خطرہ ہے کہ اگر معافی مانگنے کے لیے غیبت کا تذکرہ بھی ہوا تو فریق ثانی کی طرف سے سخت رد عمل ہوگا اور اس کے نتیجے میں حالات مزید بگڑ جائیں گے اور فتنہ پیدا ہوگا ایک حدیث میں ایسی صورت حال کا علاج بتایا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے:

"ان من کفارة الغبیة ان نستغفر لمن اغتبتہ تقول اللهم اغفر لنا وله" (بیہقی فی الدعوات الکبیر)

غیبت کا کفارہ یہ ہے جس کی تم نے غیبت کی ہو اس کے لیے استغفار کرو اور کہو کہ اے اللہ ہماری اور اس کی مغفرت فرمادے۔

بظاہر یہ حدیث ان ہی حالات کے لیے مخصوص ہے کہ جب معافی نہ مانگی جاسکتی ہو یا اس سے فتنہ کا خدشہ ہو اس لیے کہ بیہقی کی اس سے پہلی والی روایت میں یہ صراحت ہے کہ جب تک معافی نہ مانگ لی جائے اس وقت تک اس گناہ کا معاف ہونا مشکل ہے، اس لیے اس دوسری حدیث کو مخصوص حالات پر محمول کرنا ہی مناسب ہے۔

جس طرح غیبت کرنا سخت گناہ ہے، غیبت کا سننا اور ایسی مجالس میں شریک ہونا بھی گناہ، حدیث میں آتا ہے:

"من اغتبت عنده اخو المسلم وهو یقدر علی نصره فنصره نصره اللہ فی الدنیا والآخرة، فان لم ینصره وهو یقدر علی نصره، انذرتہ اللہ بہ فی الدنیا والآخرة"

جس کسی کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی گئی اور وہ اس کی مدد پر قادر ہے اس نے اپنے بھائی کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس

کی مدد فرمائیں گے اور اگر قدرت کے باوجود اس نے مدد نہ کی تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پکڑ کریں گے۔

حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کبھی ایسی مجلسوں میں شرکت ہو بھی جائے اور کسی کی غیبت کی جائے تو شریک ہونے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ جس کی غیبت کی جا رہی ہے اس کا دفاع کرے یہ اس کے لیے بڑے اجر کی بات ہے کہ وہ اس کی عزت رکھ رہا ہے اور اس مجلس میں اس کو ذلیل ہونے سے بچا رہا ہے، اللہ تعالیٰ بھی دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرمائیں گے اس کو عزت بخشیں گے اور وہ ذلت سے محفوظ رہے گا، اس کے برخلاف اگر وہ مجلس میں پوری طرح شریک رہا، غیبت سنتا رہا اور اس پر ذرا بھی ناپسندیدگی ظاہر نہ کی تو اس کے لیے وبال ہے اس کا خطرہ ہے کہ وہ دنیا و آخرت کی ذلت اٹھائے۔

اسی آیت میں غیبت کی برائی مزید وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے، اور اس میں نفسیات کو اجیل کی جا رہی ہے ارشاد ہوتا ہے: "ایحب احدکم ان یاکل لحم احیہ میتاً فکرمتموہ"۔ کیا تم میں سے کسی کو یہ اچھا لگے گا کہ وہ اپنے مراد بھائی کا گوشت کھائے (ضرور) تم اس سے کراہت کرو گے۔

عجیب بات یہ ہے کہ عام طور پر مجلسوں میں غیبت کا سلسلہ جب چلتا ہے تو کسی کو خیال بھی نہیں رہتا اور اس میں مزہ آنے لگتا ہے، آیت شریفہ میں اس کا ایک نفسیاتی علاج بھی کیا گیا ہے، غیبت کی موقع پر اگر یہ تصور کر لیا جائے کہ جس کی غیبت کی جا رہی ہے درحقیقت اس کا سر اہوا گوشت کھایا جا رہا ہے تو اس تصور سے ہی طبیعت ابا کرنے لگے گی اور غیبت سے کراہت ہی پیدا ہو جائے گی، ظاہری طور پر آدمی خواہ اس کو محسوس نہ کر سکے لیکن یہ ایک حقیقت ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعجاز

ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مرتبہ اللہ کے حکم سے ایسی چیزیں محسوس بھی کرا دیں، حدیث میں ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک مرتبہ دو عورتوں نے روزہ رکھا وہ ان دونوں کو اتنا لگا کہ وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور ان دونوں کو اس میں تے کرنے کا حکم فرمایا دونوں نے تے کی تو اس میں گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہوا خون نکلا، لوگوں کو حیرت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال روزی سے تو روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں۔

اس حدیث سے ایک بات یہ بھی سامنے آتی ہے کہ غیبت کرنے والے کے لیے نیکیاں مشکل ہو جاتی ہیں، اور اس کا ذہن غلط کاموں اور غلط باتوں کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے۔

جس طرح حدیث میں غیبت کرنے والے کو مراد بھائی کا گوشت کھانے والا کہا گیا ہے، اسی طرح اگر کوئی غیبت کرنے والے کو اس کے اس برے عمل سے باز رکھتا ہے تو وہ اپنے بھائی کی حفاظت کرنے والا شمار ہوگا، حدیث میں آتا ہے:

"من ذب عن لحم احیہ بالغبیة کان حقاً علی اللہ ان یعقہ من النار"۔ (شعب الایمان) غیبت کی وجہ سے اگر کسی کا گوشت محفوظ نہیں رہا اور کوئی اس کی حفاظت (غیبت کرنے والے کو غیبت سے روک کر) کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو جہنم سے خلاصی عطا فرمائیں گے۔

اللہ کی طرف سے یہ بدلہ اس کو اس کے عمل کے مطابق مل رہا ہے، وہ دوسرے کے گوشت پوست اور اس کے جسم کی حفاظت کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس

کے جسم کی جہنم سے حفاظت فرمائیں گے۔
یہ تین وہ بالٹنی امراض ہیں جو اندر ہی اندر پختے رہتے ہیں اور کینسر کی طرح ایمان والے کی ہلاکت کا ذریعہ بن جاتے ہیں، بدگمانی اس کا سب سے پہلا زینہ ہے اس کے نتیجے میں تجسس اور غیبت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اور یہ سب چیزیں سب سے پہلے اپنی ہی بنا پر پیدا ہوتی ہیں اس لیے اخیر میں تقویٰ کی تاکید جاری ہے ارشاد ہوتا ہے:

”اتقوا اللہ“ اللہ کا دھیان رکھو، اس سے ڈرتے رہو، یہ ہر چیز کی کٹی ہے، جس کے اندر تقویٰ کا مزاج بن گیا وہ دین کے سانچے میں ڈھل گیا، اس کے لیے نیک اعمال کا کرنا بھی آسان اور برائیوں سے بچنا بھی آسان، تقویٰ پیدا ہوتا ہے نیک محبت سے، اسی لیے ایک جگہ ارشاد باری ہے:

”یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین“ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کی محبت اٹھاؤ۔
آیت کا اختتام اللہ کے بندوں کے لیے مسک الختام ہے، جو اب تک کوتاہیوں میں مبتلا رہے، یہ اندر کی بیماریاں ان کو گھن کی طرح چاٹتی رہیں، اب بھی ان کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، توبہ کرنے والوں پر اللہ کی خاص رحمت ہوتی ہے، جو بھی اپنے عمل پر شرمندہ ہو کر بارگاہ الہی میں ملتی ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو رحمت کی نگاہ سے دیکھیں گے ارشاد ہوتا ہے ”ان اللہ تنوَاب رحیم“ بلاشبہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم فرمانے والا ہے، ضرورت اپنا جائزہ لینے اور رحمت کی طرف پلٹنے کی ہے۔

☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۳۱ کا)

قرآن مجید اس زمانہ میں کھلتا جارہا ہے

اور پھر بھی نہیں اب تو قرآن کے سلسلہ میں بہت باتیں آگے آ رہی ہیں، قرآن کھلتا جا رہا ہے، کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ لاتسقی عجانہ قرآن مجید کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے، نئی نئی باتیں روز آتی چلی جائیں گی، اور آج بھی چلی آ رہی ہیں، اب یہ موقع نہیں کہ اب اسکو یہاں بیان کیا جائے، بہت سی اسی سلسلہ کی چیزیں ہیں جو اس وقت کھل کر آ رہی ہیں، بڑے بڑے سائنس دان، بڑے بڑے اپنے علوم کے ماہرین قرآن کے سامنے آ کر دُب جاتے ہیں، دُب جاتے ہیں کہ اللہ اکبر اس میں اور بہت سے سائنس دان جو یورپ کے ہیں انہوں نے تو قرآن کی آیات پڑھ کر یہ کوشش کی ہے کہ سمجھیں کہ کیا ہے، اس لیے کہ وہ قرآن کو سمجھتے ہیں کہ اللہ کا کلام ہے اور جب اللہ کا کلام ہے تو غلط ہو نہیں سکتا، جو کچھ دنیا کی سائنس ہے وہ غلط ہو سکتی ہے، لیکن قرآن کا کہا ہوا غلط کبھی نہیں ہو سکتا، اس لیے قرآن مجید قرآن مجید ہے، اللہ کا کلام ہے۔

تو بس میرے بھائیو اور دوستو! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارا تعلق قرآن مجید کے ساتھ ہو جائے اور اس سے محبت پیدا ہو جائے، اس کا ادب آ جائے اس لیے قرآن مجید پڑھتے چلے جائیں گے، حافظ کے والدین کا اللہ تعالیٰ اعزاز فرمائیں گے کہ اس کے سر پر تاج ہوگا، جو سورج سے زیادہ درخشاں ہوگا، لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھنے کا کہ صرف یہ حدیثیں سنادی جاتی ہیں جن کا عقیدہ صحیح ہوگا انہیں کے ساتھ ہوگا، جن کا عقیدہ صحیح نہیں ہوگا کچھ نہیں ملے گا، یہ بتا دیتے ہیں صاف صاف کہ آج کل اس میں بڑی بے اعتنائی ہے کہ یہ سب عقیدہ درست ہونے کے بعد ہے۔

عقیدہ اکوٹھ ہے

اور عقیدہ درست نہ ہو تو کچھ بھی نہیں یہ بالکل

ایسے ہی ہے جیسے ایک عام آدمی نے مثال دی لیکن مثال انہوں نے بڑی عمدہ دی، ہمارے ایک دوست ایک دن آئے کہنے لگے کہ میں اپنے غیر مسلم دوستوں کے درمیان بیٹھا سمجھا رہا تھا کہ آپ جتنا پختہ کریں، جتنا کارخیز کریں، ثواب کے کام کریں، کچھ ملے گا نہیں، دیکھئے بینک میں جو اکاؤنٹ کھلوا لیتا ہے، پسند اسی کا جمع ہوتا ہے، اور جو بینک میں کھاتا نہ کھلوائے لاکھوں لے جائیں جمع نہیں ہوگا، بس ایسا ہی معاملہ عقیدہ کا ہے، اگر اللہ اللہ اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح طور پر سمجھ کر پڑھتے ہیں تب جا کر کچھ ہوگا، لڑکا حفظ کرے گا، آگے اچھے کام کرے گا تو فائدہ ہوگا لیکن پہلے اکاؤنٹ کھلوائے۔

عقائد کا زبردست بگاڑ ہے

میں کہہ رہا ہوں اور میں بار بار کہتا ہوں ہمارے ہندوستان میں عقیدے کی طرف سے بہت بے اعتنائی ہے، اور اس کی وجہ سے سینکڑوں لاکھوں لوگ ایسے ہیں جن کا عقیدہ درست نہیں، کھاتا ہے میں کچھ جمع نہیں ہو رہا ہے بہت سے ایجنٹ آ کر جمع کروانے کے بہانے پیش لے جاتے ہیں لیکن جب کھاتا ہی نہیں تو جمع کیسے ہوگا، وہ اپنی جیب میں رکھ لیتے ہیں لیکن جمع پونجی کی ضرورت پڑے گی تو مایوس واپس آنا پڑے گا۔

عقیدہ اپنا آپ درست رکھنے

اس لیے پہلے عقیدہ درست کروائیے، کھاتا کھلوائے اس کے بعد جو اچھا کام کرو، عقیدہ پہلے درست کیجئے تو اس کے بعد سارے کام آہستہ آہستہ ہوتے جائیں گے، انشاء اللہ ہر کام آپ کا قابل قبول ہوگا، ورنہ کوئی کام قابل قبول نہیں، اللہ تعالیٰ ہماری سب کی حفاظت فرمائیں اور قرآن کی اور ایمان کی برکتوں سے ہم سب کو مالا مال فرمائیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

☆☆☆☆☆

علامہ شبلی اور مولانا ابوالکلام آزاد



..... مسلمان نسیم ندوی

مولانا ابوالکلام آزاد (ولادت: ۱۸۸۸ء/ وفات: ۱۹۵۸ء) اور علامہ شبلی نعمانی (ولادت: ۱۸۵۷ء/ وفات: ۱۹۱۳ء) اپنے وقت کی دو قدآور شخصیتیں ہیں، مسلمانوں کی تہذیبی، تعلیمی اور سیاسی زندگی میں دونوں نے اہم کردار ادا کیا، دونوں کے کام کے میدان اور جہتوں کے اختلاف کے باوجود افکار و خیالات میں یکسانیت اور طبیعتوں میں احترازی ہے، دونوں قوم کے خادم تھے، دین کی نصرت و دفاع کا کام دونوں نے کیا، ایک نے الکلام، سیرۃ النبی، الفاروق اور الغزالی کے عنوان سے تو دوسرے نے ترجمان القرآن، لسان الصدق، الندوہ، الہلال اور البلاغ کے مضامین سے، ایک قلم کا امام تھا تو دوسرا زبان کا شہنشاہ، دونوں کی تحریروں نے اردو ادب کو لازوال دولت سے مالا مال کیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی پہلی ملاقات علامہ شبلی سے ۱۹۰۵ء میں ہوئی تو ان کی عمر اس وقت صرف ۱۷ سال تھی، جبکہ علامہ شبلی اپنے سفر حیات کے ۵۲ سال گزار چکے تھے، کہنہ مشق شبلی نے نوجوان آزاد کی مخفی صلاحیتوں کو تجربہ کار جوہری کی طرح پہنچایا، مولانا ابوالکلام نے جن کا مقام عاشقان آزاد میں نمایاں ہے، نے اپنے وقت کی دو قدآور شخصیتوں کی ملاقات کا احوال کچھ یوں قلم بند کیا ہے:

”مولانا ابوالکلام آزاد علامہ شبلی کی گراں قدر علمی

کے ذریعہ نذرانہ عقیدت بھی پیش کر چکا تھا، چنانچہ جب وہ مولانا کی خدمت میں پہنچا اور مولانا سے ان الفاظ میں اس کا تعارف کرایا گیا کہ سبھی لسان الصدق کلکتہ کے ایڈیٹر ہیں، ان کا نام ابوالکلام ہے، تو مولانا نے ان کو سر سے پاؤں تک دیکھا، اور فرمایا کہ یہ نہیں ان کے والد ہوں گے، لیکن جب ان کو یقین دلایا گیا، تو ان پر حرمت طاری ہو گئی اور صاحبزادے کو اپنے واسن تربیت میں لے لیا کہ یہ بھی آگے چل کر راولپنڈی کی طرح ملک میں ندوہ کا نام روشن کریں گے اور ان سے بڑی بڑی توقعات قائم کر لیں، مولانا شبلی نے ان سے ندوہ چلنے کے لئے کہا تو وہ فوراً راضی ہو گئے.....“ (۱)

مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے کہ اس ملاقات (۱۹۰۵ء) سے قبل تقریباً پانچ سال سے خط و کتابت جاری تھی، ملاقات کے بعد بقول مولانا آزاد، علامہ ان کے شوق مطالعہ اور وسعت مطالعہ سے بہت متاثر ہوئے، علامہ بار بار ان کی تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تمہارا ادب عجیب روزگار میں سے ہے، تمہیں تو کسی علمی نمائش گاہ میں بطور ایک عجوبے کے پیش کرنا چاہیے۔ (۲)

مولانا ابوالکلام آزاد جب ندوہ پہنچے تو ان کا کس طرح استقبال ہوا، اور تعارف کا مرحلہ کس طرح مکمل ہوا، مولانا ابوالکلام نے تحریر فرماتے ہیں:

”ندوہ کے طلبہ کو جب معلوم ہوا کہ کوئی ہونہار لڑکا ہمیں سے آکر مولانا کے یہاں مقیم ہے تو اس کو دیکھنے کے لیے پورا ندوہ امنڈ پڑا، ان طلبہ میں مولانا مسعود علی ندوی بھی تھے جو بعد میں دارالمصنفین اعظم گڑھ جیسے عالمی تصنیفی ادارہ کے بہت کامیاب اور نامور منتظم ثابت ہوئے اور دارالمصنفین کو اپنے حسن انتظام سے معراج کمال پر پہنچا دیا اور چارواک عالم میں اس کی شہرت ہو گئی، انہوں نے مولانا سے پوچھا کہ یہ ندوہ میں پڑھنے کے لیے آئے ہیں، مولانا

وادبی و تاریخی تصانیف خصوصاً ان کی مایہ ناز کتاب شعر العجم کے ذریعہ، اپنی طالب علمی کے زمانہ ہی سے واقف ہو گئے تھے، اور خود مولانا شبلی لسان الصدق کلکتہ کے ایڈیٹر کے حیثیت سے ان کو کسی قدر جانتے تھے، لیکن ان دونوں عبقراہر وقت کی ملاقات اچانک ڈرامائی انداز سے عجیب زار ہمیں میں ہوئی، جس کی تفصیل یہ ہے کہ مولانا شبلی ہمیں اکثر جایا کرتے تھے، بلکہ اعظم گڑھ اور لکھنؤ کے بعد تیسرا مرکز ہمیں ہو گیا تھا، جہاں سال میں ایک مرتبہ وہاں جا کر ایک مہینہ ضرور گزارتے تھے اور کتابوں کا پشٹا رہا بھی ساتھ رہتا تھا..... اسی ظلم زار ہمیں میں مولانا اپنی علمی وادبی ضرورتوں سے مقیم تھے، کہ ان کو پتہ چلا کہ یہاں ایک بہت ہی حسین و جمیل، خوب رو، خوش ادا، خوش صفات لڑکا آیا ہوا ہے، جو گونا گوں صلاحیت کا مالک ہے، مولانا کو وادار علوم ندوہ کے لئے جس کے وہ معتد تعلیم بلکہ روح رواں تھے، جینٹلمین اور غیر معمولی ذہن و دماغ کے لڑکوں کی تلاش رہتی تھی، مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا عبدالسلام ندوی جو علی الترتیب پھلواڑی شریف پٹنہ اور مدرسہ رحمت غازی پور سے ندوہ آئے تھے، مولانا کی نگہ التفات کے مرکز ہو گئے تھے، اس کے پیش نظر اس عجیب و غریب صفات کے لڑکے سے بھی ملنے کی خواہش پیدا ہوئی، اس کو خود ان کی بھی تلاش تھی، ان کی اکثر تصنیفات کا مطالعہ کر چکا تھا اور ہر ایک پر اپنی مستقل رائے رکھتا تھا، ایک آدھ مرتبہ خطوط

نے جواب دیا، یہ طالب علم نہیں ہیں، یہ پڑھ کر آئے ہیں، انھوں نے تمام درسی علوم کی تکمیل اپنے والد خیر الدین اور ان کے مقرر کردہ اساتذہ سے کر لی ہے، یہ صرف مجھے سے استفادے کے لیے آئے ہیں، یہ پورے عالم ہیں، اور تعلیم سے فارغ ہو گئے ہیں تو اس سن و سال میں مولانا شبلی کی زبان سے ان کے یہ کمالات سن کر تمام طلبہ حیرت میں آ گئے۔ (۳)

ابھی ندوہ میں ان کی آمد پر کچھ ہی دن گذرے تھے کہ ان کے جوہر کھلنے لگے، مولانا ابوعلی اثری رقم طراز ہیں:

یہ الندوہ میں مولانا کا سب سے پہلا مضمون ہے، الندوہ نے اس مضمون کا استقبال اس طرح کیا کہ اس پر ڈیڑھ صفحہ کا ادارتی نوٹ تحریر کیا۔

۲۔ ”المرأة المسلمة“ (رمضان ۱۳۲۳ھ / نومبر ۱۹۰۵ء)۔

یہ مضمون دراصل فرید و جدی کی محرکہ الآراء کتاب المرأة المسلمة پر ان کا تبصرہ تھا، اس مضمون سے ملک کے اعلیٰ علمی حلقوں تک ان کی شہرت ہو گئی، یہ مضمون بعد میں ”مسلمان عورت“ کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے۔

۳۔ ”المرأة المسلمة“ (دوسری قسط) (شوال ۱۳۲۳ھ / دسمبر ۱۹۰۵ء)۔

۴۔ ”علمی خبریں“ (ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ / جنوری ۱۹۰۶ء)۔

۵۔ ”ایڈیٹوریل نوٹس“ ندوۃ العلماء میں کتب خانہ کی ضرورت المرأة المسلمة (۳) (ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ / فروری ۱۹۰۶ء)۔

۶۔ ”یورپ میں لوگوں کی تعلیم“ علمی خبریں (محرم ۱۳۲۳ھ / مارچ ۱۹۰۶ء)۔

الندوہ کے صفحات پر ابوالکلام آزاد دہلوی کا قلم تابندہ نقوش ثبت کرتا جا رہا تھا، قوم و ملت کی نگاہیں کبھی خوشی اور کبھی حیرت سے اٹھ رہی تھی، تجھی قدرت کچھ اور فیصلہ کر رہی تھی، اور قدرت کا فیصلہ نافذ ہوا اور مولانا نے الندوہ سے سبکدوشی اختیار کر لی، اس سبکدوشی کے اسباب ہنوز راز ہیں، مولانا ابوعلی اثری نے ایک جگہ اس پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے، لکھتے ہیں:

”الندوہ کی ترتیب و ایڈٹنگ کے لیے اس فاضل نوجوان پر مولانا کا اس درجہ اعتماد بعض لوگوں کی نگاہوں میں کھٹکنے لگا اور چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا ابوالکلام چھ ہی مہینہ کے بعد مولانا شبلی کی فیض بخش صحبت اور الندوہ کی سب

”کچھ دنوں کے بعد ان کی فطری اور فنی صلاحیتوں کی بنا پر ندوۃ العلماء کے علمی آرگن ”الندوہ“ کی سب ایڈیٹری سونپ دی گئی، جو مولانا شبلی اور ان کے ہم مذاق دوست مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی کی مشترکہ ادارت میں لکھا تھا، جس کے اعلیٰ علمی و تحقیقی و تاریخی مضامین کے سارے ملک میں دھوم مچی اور علماء کی بارگاہ میں جس کو بڑا اعتبار حاصل تھا، اس گراں قدر خدمت کو اس کم سنی میں مولانا ابوالکلام نے چھ مہینے تک بڑی خوبی اور سلیقہ مندی سے انجام دیا، اور ان کے رشحات قلم پر ارباب نظر کی نگاہیں پڑنے لگیں، ملک کے مشہور صاحب طرز ایشاء پرداز، مہدی افادی الاقتصادی نے ان کے ایک مضمون سے متاثر ہو کر مولانا شبلی سے ان کے متعلق دریافت کیا تو لکھتے ہیں۔

”آزاد کو تو آپ نے مخزن وغیرہ میں دیکھا ہوگا، قلم وہی ہے، معلومات یہاں رہنے سے ترقی کر گئے ہیں۔“ (۴)

الندوہ سے آپ تقریباً چھ مہینہ فسلک رہے، اس عرصہ میں آپ کے قلم سے جو مقالات تحریر کئے گئے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ”مسلمانوں کا ذخیرہ علوم اور یورپ“ (شعبان ۱۳۲۳ھ / اکتوبر ۱۹۰۵ء)۔

ایڈیٹری کی پُر وقار خدمت چھوڑ کر روزنامہ وکیل امرتسر میں چلے گئے۔“ (۵)

مولانا ابوعلی اثری نے جو وجہ بیان کی ہے اس کی صحت سے انکار نہیں لیکن مولانا ابوالکلام آزاد کی پوری زندگی کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس عظیم خدمت کے لئے ان کو پیدا کیا تھا اور جس کے لئے ان کی طبیعت تجحین و مضطرب تھی اسی نے ان کو الندوہ چھوڑنے پر مجبور کیا۔

اس مختصر مدت میں علامہ شبلی سے ان کو جو عقیدت پیدا ہو گئی تھی، اس علیحدگی اور جدائی کے بعد بھی قائم رہی، علامہ کے دم واپس تک انہی کا کلمہ پڑھتے رہے، علامہ شبلی نے بھی ان کے نیاز مندانه و عقیدت مندانه تعلق کو فراموش نہیں کیا اور ان سے برابر تعلقات قائم رکھے، ان سے خط و کتابت بھی تھی، جو علامہ شبلی کی زندگی کے آخر تک قائم رہی۔

مولانا ابوالکلام آزاد اور علامہ شبلی کی ملاقات کی یہ مختصر کہانی ہے، لیکن اس ملاقات نے مولانا ابوالکلام آزاد کی آئینہ زندگی پر گہرے اثرات مرتب کئے، جناب عبداللطیف اعظمی صاحب رقم طراز ہیں:

”غرض کہ اگر پوری غیر جانبداری کے ساتھ شبلی اور آزاد کے باہمی تعلقات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مولانا آزاد کی شہرت اور عظمت میں مولانا شبلی کا گراں قدر حصہ ہے اور ان کی زندگی کے بنانے اور سنوارنے میں بلاشبہ ان کے بہت احسانات ہیں۔“ (۶)

ان احسانات کی مختلف جہتیں ہیں، ایک پہلو یہ ہے کہ الندوہ نے مولانا کو علمی حلقوں میں نہ صرف متعارف کرایا بلکہ اعتبار بخشا، مولانا عبدالماجد دریا بادی پر مولانا کی عظمت کا سکہ بھی الندوہ کے صفحات نے بٹھایا، مولانا عبدالماجد لکھتے ہیں:

”مولانا ابوالکلام کے نام سے آشنائی اس وقت

ہوئی جب ۱۹۰۵ء میں ان کے مضمون الندوہ میں چھپنے لگے، میں شاید نو برس درجہ کا طالب علم تھا، اور الندوہ اور اس کے ایڈیٹر مولانا شبلی سے بہت ہی متاثر تھا، الندوہ میں کسی کا ایک آدھ مضمون چھپ جانا ہی اس کے علم و فضل پر ایک زبردست دلیل تھی، چہ جائیکہ کئی کئی مضمونوں کا! ابوالکلام یقیناً کوئی مولانا شبلی ہی کے کلمہ کے ”مولانا“ ہو گئے، اور اپنے کلمے سے مولانا معلوم بھی ہو رہے ہوں گے، ان کے مضمونوں کی قدرت انسانی اور بلند آہنگی یہی کہہ دیتی تھی۔ (۷)

مولانا عبدالماجد دریا بادی مولانا آزاد سے اپنی ملاقات کا احوال لکھتے ہیں، اس وقت مولانا آزاد اگر چہ ندوہ اور الندوہ سے الگ ہو چکے تھے لیکن علامہ شبلی اور دبستان شبلی سے ان کے روابط میں کمی نہ آئی تھی، مولانا دریا بادی رقم طراز ہیں:

”مدت کے بعد ملاقات مولانا شبلی کے مکان واقع گولہ گنج میں ہوئی، ان کے ہاں آئے ہوئے تھے، اور میری حاضری اکثر مولانا کے ہاں ہونے لگی تھی، مولانا اس وقت گولہ گنج احاطہ فقیر محمد خاں کی ایک گلی میں رہتے تھے، دارالعلوم سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر مولانا نے تعارف کرایا، بے تکلفی سے انہیں صرف آزاد کہ کر پکارتے تھے، اور تعارف باقاعدہ ہو گیا، دارالعلوم ندوہ کچھ ہی دن قبل اپنی نئی اور مستقل عمارت میں گومتی پاراٹھ گیا، مولانا منتقل ہو کر نئے نئے امین آباد پارک کے ایک پُر فضا بالا خانہ غالباً (۵۱) پر آ گئے، اور اب جب ابوالکلام کا لکھنؤ آنا ہوتا تو یہیں ٹھہرتے۔

اب مرسلت بھی ان سے شروع ہو گئی تھی اور بظاہر اچھے خوشگوار تعلقات تھے، لیکن اندرونی حالات مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالہادی ندوی اور دوسرے ندویوں سے معلوم ہوتے رہتے تھے اور جہاں ان کی ذہانت، طباعی، حاضر دماغی اور قوت

حافظ کی مدح و داد میں ہوتے تھے، وہیں ان کی دینی و اخلاقی حالت کی طرف سے کچھ اطمینان بخش نہ تھے، اور غضب یہ تھا کہ خود مولانا بھی ان روایتوں کی کھل کر تردید نہیں کرتے تھے۔“ (۸)

علامہ شبلی اگر حضرت آزاد کی دینی حالت پر خاموش تھے تو اس کا مطلب ہرگز نہیں تھا کہ وہ اس کو پسند بھی کرتے تھے، بات دراصل یہ تھی کہ علامہ نے مولانا کے اندر جس روشن مستقبل کو تلاش کر لیا تھا اور جس جوہر کو بھانپ لیا تھا اس کے لئے ضرورت اس بات کی تھی کہ آہستہ آہستہ ابوالکلام کو مولانا ابوالکلام بنایا جائے، اس لئے کہ آزاد کوئی معمولی شخص نہ تھا بلکہ وہ بقول علامہ شبلی عجائب روزگار میں سے تھا، علامہ شبلی نے بتدریج ان کو آزاد دہلوی سے مولانا ابوالکلام بنا دیا، چنانچہ ایک خط میں علامہ مولانا کو لکھتے ہیں:

”..... آپ کو اب زیادہ مولویت کی صورت میں رہنا چاہئے، اس سے بہت اچھے اچھے کام لے سکتے ہیں۔“ (۹)

علامہ شبلی کی مولانا ابوالکلام سے ملاقات اور فیض بخش صحبت کا دوسرا پہلو بقول مولانا دریا بادی:

”مولانا کا مسلسل قیام لکھنؤ میں کل چھ مہینے کا رہا، ۱۹۰۵ء میں، مگر اتنے دنوں کے قیام میں لکھنؤی زبان کے ان گوشوں پر بھی عبور حاصل کر لیا تھا، جو صرف ساہا سال کے قیام ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں، ایک باریک چیز پہلوئے ذم سے احتیاط ہے، اچھے اچھے اس میں چھ کھا جاتے ہیں، مولانا نے اسے گرفت میں لے لیا تھا، اور لکھنؤ کے بعض استاد تک ان کے سامنے زبان کھولتے چکھاتے، مرزا عزیز لکھنوی اہل زبان تھے، ان کا دیوان ”گلکندہ“ جب چھپا، تو مولانا نے اپنے تبصرے میں زبان کی بھی گرفتیں دو ایک کیں۔“ (۱۰)

اس فیض بخش صحبت کا تیسرے پہلو پر علامہ سید

سلیمان ندوی نے روشنی ڈالی ہے، علامہ نے حیات شبلی میں لکھا ہے:

”مولانا ابوالکلام کا قرآنی ذوق بھی درحقیقت ان کے قیام لکھنؤ کا اولین منت ہے، یہیں مولانا شبلی کی مجلس علمی میں ان کی ملاقات مولانا حمید الدین سے ہوئی، اور ان کے ساتھ بھی کچھ دنوں انہوں نے بسر کئے، فیض صحبت سے عشق قرآن کا اثر ان میں بھی سرایت کر گیا، فہم قرآنی کا یہی ابتدائی رنگ تھا جو ایک عرصہ کے بعد گھر کر الہلال میں اور پھر اس کے بعد تفسیر ترجمان القرآن کی صورت میں دنیا کو نظر آیا۔“ (۱۱)

مولانا ابوالکلام آزاد کے قرآن سے عشق پر علامہ سید سلیمان ندوی، ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری اور مولانا ابوعلی اثری کی آراء کے مطابق مولانا حمید الدین کی صحبت کا اثر و نفوذ تھا، لیکن اگر دیکھا جائے تو بیسویں صدی میں اپنے وقت کی چار قدر آوار شخصیتوں کا قرآنی ذوق اپنے اپنے انداز و اسلوب میں ظاہر ہوا، مولانا عبدالماجد دریا بادی کے یہاں احادیث، آثار و اقوال کے ساتھ عصری تقاضے ملحوظ ہیں، اور مولانا ابوالکلام آزاد کا انداز تفسیر آثار و اقوال سے استشہاد کے باوجود ان دونوں سے جدا گانہ، منطقی اور انقلابی روح سے مالا مال ہے، ایک تیسری شخصیت ہے جس نے اگرچہ مرہبہ طریقہ پر قرآن کی تفسیر نہیں لکھی لیکن بقول مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی ان کا اصل موضوع قرآن ہی تھا، اس شخصیت کا نام نامی علامہ سید سلیمان ندوی (متوفی ۱۹۵۳ء) ہے، ان کی کتاب ”تاریخ ارض القرآن“ ان کے قرآنی ذوق کا شاہکار ہے۔

چوتھی شخصیت مولانا حمید الدین فراہی (متوفی ۱۹۳۰ء) کی ہے، ان کے قرآنی ذوق پر عرب جاہلی شعراء سے استشہاد غالب تھا، قابل توجہ بات یہ

اس فیض بخش صحبت کا تیسرے پہلو پر علامہ سید

مفتی طارق صاحب - چند یادیں

.....
عبدالرحیم ندوی

مولانا طلبہ سے بڑی محبت رکھتے تھے ان سے کھلے ملے رہتے تھے، درجہ میں اگر کسی طالب علم کی زبان سے کوئی قابل گرفت بات نکل جاتی تو اس کو بور کر دیتے، کوئی ایسا جملہ کہہ دیتے کہ تمام طلبہ ہنس دیتے اور وہ بے چارہ جھینپ کر رہ جاتا، طلبہ بھی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے لیکن مولانا تو اس کا برا ماننے نہ چہرے پر کسی قسم کا کوئی اثر ظاہر ہوتا، بلکہ خوش ہوتے اور بسا اوقات اپنے خاص انداز میں اپنی ہلکت کا اعتراف کرتے جو فتح سے کم نہ ہوتی۔

ایک مرتبہ ثانویہ خلمہ میں شذاعرف پڑھا رہے تھے، پہلا گھنٹہ تھا، اس وقت یہ درجہ دارالعلوم کی عمارت میں دوسری منزل مغربی جانب ایک چھوٹے سے کمرہ میں لگتا تھا، جس کی دیوار توڑ کر اب بڑا کمرہ بنا دیا گیا ہے۔

مولانا مسئلہ سمجھا رہے تھے، اتنے میں نہ جانے کون سی بات زبان سے نکل گئی اب ہم لوگوں نے اس پر مولانا ہی کے انداز میں کوئی جملہ کہہ دیا، مولانا نے تھوڑی دیر تک سکوت فرمایا اور پھر خاص انداز میں فرمایا کہ ”آج میں بور ہو گیا“ مولانا پورا سبق اسی فضا میں ذہن نشین کرادیتے اور ذہن پر زیادہ بوجھ بھی نہیں پڑنے پاتا تھا، شذاعرف جیسی خشک کتاب میں بھی کوئی پہلو ہنسی کا نکال لیتے تھے۔

مولانا سے ہم نے دو سال ثانویہ راجہ میں الفقہ المیسر اور ثانویہ خلمہ میں شذاعرف پڑھی ہے، کبھی ناراض نہیں ہوئے سمجھانے کی پوری کوشش کرتے اور مسئلہ کو ذہن میں اتار دینا چاہتے تھے، ایک بات کو دو دو تین تین مرتبہ کہتے، اس طرح بات ذہن میں بیٹھ جاتی تھی۔

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت عطا کی تھی

اور مولانا طارق صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔
تھوڑی دیر خاموش رہا کچھ آیتیں اور درود شریف پڑھ کر ایصال ثواب کیا اور گھر والوں کو بھی خبر کی۔

۱۹۹۳ء ماہ شوال کی کوئی تاریخ ہوگی، درجہ ثانویہ راجہ میں پڑھتا تھا اس وقت یہ درجہ المعتمد العالی کی دوسری منزل آرٹ کالج کی طرف لگتا تھا، علی گڑھی سفید پانجامہ کریم کلر کی شیروانی، گلے میں مقرر، سر پر شیروانی ہی کے رنگ کی دیوبندی ٹوپی، ناک پر شہری فریم کی عینک، جسم بھرا ہوا، پیٹ قدرے نکلا ہوا لیکن ایسا نہیں کہ برا معلوم ہو، واڑھی ایسی کہ نہ گنجان کہہ سکتے ہیں نہ چھدری بلکہ دونوں کے درمیان کہیں کہیں ایک آدھ بال سفید، رخسار کے بال صاف کئے ہوئے لیکن بال کی کھونٹیاں پتہ دے رہی تھیں کہ ایک دو دن اس پر گزر گئے ہیں، ایک استاد اس شان کے ساتھ درجہ میں داخل ہوئے۔

یہ تھے ہمارے مفتی طارق صاحب جن کو آج نہ قلم رحمۃ اللہ علیہ لکھنے کو تیار ہے نہ زبان اس جملہ کو ادا کرنے پر آمادہ، اگرچہ کچھ دنوں بعد اس کے بغیر نہ قلم چل سکے گا اور نہ زبان ان کا نام لے سکے گی۔

مولانا طارق صاحب بڑے خوش مزاج، ہشاش بشاش رہنے والے اساتذہ میں تھے، جب دیکھتے چہرہ پر ہشاش ہو یا رہتی، اور چلتے اس طرح سے تھے جیسے کسی ضروری کام سے تیزی کے ساتھ کوئی بھاگا چلا جا رہا ہو۔

جانے کو تو ہر روز نہ جانے کتنے جاتے ہیں اور بڑے سے بڑے لوگ جاتے ہیں یہ سلسلہ روز اول سے قائم ہے اور تا قیامت جاری وساری رہے گا۔

لیکن جانے والوں میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو دل دھک سے ہو کر رہ جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے لیے ایسا لگتا ہے کہ ان ہونی پیش آگئی کچھ اسی طرح کی کیفیت ہمارے مفتی طارق صاحب سے متعلق بھی تھی۔

ذی الحجہ کی کوئی تاریخ تھی مغرب کے بعد حسب معمول گھر پر بیٹھا ہوا تھا کوئی سات بجے ہوں گے موبائل کی گھنٹی بجی اٹھایا تو معلوم ہوا برادریم نجیب الحسن کا فون ہے، رکھی علیک سلیک کے بعد بغیر کسی تمہید کے برادریم نے یہ جانکاہ خبر گوش گزار کردی کہ مفتی طارق صاحب اس سال حج کو گئے تھے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

تھوڑی دیر دل پر عجیب اثر رہا، دل معمول سے زیادہ دھڑکنے لگا، انا اللہ پڑھی بے ساختہ زبان پر یہ جملہ آگیا کہ ادھر کئی سالوں سے ندوہ کی کوئی تعطیل خالی نہیں جا رہی ہے اس سے قبل گرمی کی چھٹی ہوئی تھی کہ شیخ الحدیث مولانا ناصر صاحب ندوی کا وصال ہوا تھا رمضان کی چھٹی میں ایک ملازم مرتضیٰ، شاید کوئی اسی قسم کے اور ایک آدمی کا انتقال ہوا تھا، ادویہ..... عید الاضحیٰ کی تعطیل بھی خالی نہیں گئی

(بقیہ ص: ۲۲۰ کا)..... اور ان کے اس پر خلوص دعوت پر طبیعت آمادہ ہوئی جاتی تھی، ایک مہینہ پہلے ملاقات ہو جائے تو اسی وقت فرماتے عبدالرحیم بھائی فلاں تاریخ کو جلسہ ہو رہا ہے، تم کو بحیثیت حکم کے چلنا ہے، ارے جانتے ہو اب کی فلاں انعام ملے کیا ہے، ارے اب کی تو حکم کے لیے بھی انعام دینے کا ارادہ ہے، حاشا وکلا مولانا اس لیے یہ اظہار نہیں کرتے کہ لوگ چلنے کے لیے آمادہ ہو جائیں بلکہ مولانا کا یہ انداز تھا، مزاح میں اپنے کو کبھی بہت بڑا کہتے، ایک مرتبہ کہنے لگے عبدالرحیم وہ دن اب چلے گئے جب ٹرین سے سفر کرتا تھا، اب بہت بڑا مقرر ہو گیا ہوں اب گاڑی ہونی چاہئے، اس میں غرور اور تکبر نہ تھا بلکہ آپ کے انداز اور اسلوب سے ہر شخص سمجھ سکتا تھا کہ مولانا مزاح فرما رہے ہیں، اور دل میں ذرہ برابر اس طرح کی کوئی بات نہیں ہے۔

مولانا ندوہ میں درس و تدریس اور دعوتی جلسوں میں شرکت، اور تنظیم ائمہ مساجد کی سرگرمی کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی کرتے رہتے تھے، ایک طرف پندرہ روزہ تعمیر حیات میں سوال و جواب کے عنوان سے مستقل لکھتے تھے، جو بڑا معلوماتی ہوتا تھا میں نے بہت سے لوگوں کو تو صرف وہی کالم پڑھتے اور اس کا انتظار کرتے دیکھا ہے، مولانا کے سوالات کا مجموعہ یکجا چھپ چکا ہے، جو معلومات افزا ہے، اس کے علاوہ پارہ عم کی ایک ایک سورہ کی تفسیر الگ الگ پمفلٹ کی شکل میں تیار کی تھی، جو بہت سہل زبان اور موثر اسلوب میں ہے، اس کو مسجدوں میں عوام کے سامنے پڑھا جا سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

دیکرے قرآن کا خادم بنا دیا، اگر ایک کی تفسیر ترجمان القرآن بے مثال ہے تو دوسرے کا انگریزی وارو ترجمہ قرآن، اس کی تفسیر اس کے حواشی اور نوٹ دوسرے درجہ کی چیز نہیں“ (۱۲)

پروفیسر عالم خود میری نے تو واضح لفظوں میں لکھا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر ”ترجمان القرآن“ علامہ شبلی کی منطقیات کا نتیجہ ہے... (۱۳)۔ (جاری)

۱۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، مؤلف: مولانا ابوعلی اثری، (طباعت: ۲۰۰۵ء، ص: ۹۳)

۲۔ آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی، (ص: ۳۱۱-۳۱۳)

۳۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، مؤلف: مولانا ابوعلی اثری، (طباعت: ۲۰۰۵ء، ص: ۹۳)

۴۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، مؤلف: مولانا ابوعلی اثری، (طباعت: ۲۰۰۵ء، ص: ۹۳)

۵۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، مؤلف: مولانا ابوعلی اثری، (طباعت: ۲۰۰۵ء، ص: ۹۳)

۶۔ شبلی کی علمی و ادبی خدمات، مرتبہ: خلیق انجم، مقالہ: شبلی اور ابوالکلام آزاد، (ص: ۵۳)

۷۔ معاصرین، مؤلف: مولانا عبدالماجد دریابادی، (طباعت: ۱۹۹۵ء، ص: ۱۸۳)

۸۔ معاصرین، مؤلف: مولانا عبدالماجد دریابادی، (طباعت: ۱۹۹۵ء، ص: ۱۸۵)

۹۔ مکاتیب شبلی، مرتبہ: علامہ سید سلیمان ندوی، (طباعت: ۱۹۶۶ء، ص: ۲۷۱)

۱۰۔ معاصرین، مؤلف: مولانا عبدالماجد دریابادی، (طباعت: ۱۹۹۵ء، ص: ۱۸۷)

۱۱۔ حیات شبلی، مرتبہ: علامہ سید سلیمان ندوی، (طباعت: ۱۹۷۹ء، ص: ۳۳۳)

۱۲۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، مؤلف: مولانا ابوعلی اثری، (طباعت: ۲۰۰۵ء، ص: ۱۳۷)

۱۳۔ یادگار شبلی، ایس، ایم، ہاکرم لاہور، ۱۹۹۳ء، ص: ۱۳

☆☆☆☆☆

ہے کہ یہ چاروں شخصیتیں ایک ہی شخصیت علامہ شبلی سے جڑی اور ان کی محبت اٹھائے ہوئے تھی، علامہ شبلی مولانا حمید الدین فراہی کے ادب میں استاذ تھے، چنانچہ علامہ شبلی کا یہ پر تو ان میں زیادہ نمایاں ہوا، علامہ سید سلیمان ندوی کی ابتدائی تصنیفی اور تالیفی دور کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے علامہ سے سیرت و تاریخ کے موضوع کو زیادہ اخذ کیا تھا، اس لئے ان کا ذوق اس پہلو سے نمایاں ہوا، مولانا عبدالماجد دریابادی کی ابتدائی تعلیمی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ فلسفہ اور خصوصاً تاریخ تہذیب سے ان کا لگاؤ تھا، ان کی تفسیر میں اس چیز کو محسوس کیا جا سکتا ہے، جہاں تک مولانا ابوالکلام آزاد کا تعلق ہے تو مصرعین اور مولانا کے مداحوں نے لکھا ہے کہ مولانا کو فنی و فنی شعور میں جلا علامہ ہی سے ملی اور وہ علامہ کی روح آزادی و عقلیت سے متاثر تھے، اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کے قرآنی ذوق پر علامہ شبلی کی محبت کا اثر ہے تو شاید مستحسن نہ ہو، مولانا ابوعلی اثری نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”..... مولانا عبدالماجد دریابادی سے زیادہ ان (مولانا ابوالکلام آزاد) کا قدر دان اور عظمت شناس کون ہو سکتا ہے، ایک ہی ادیب دوروں کے دونوں خوب باتش ہیں اور ایک ہی خرمین کمال کے دونوں خوش چمن ہیں، مولانا شبلی کی بارگاہ علمی میں دونوں کا گذر تھا، ایک فیض صحبت سے ادیب و فاضل ہو گیا، دوسرا انشا پرداز اور تمدن و سیاست کا امام، ایک نے مشرقی علوم و فنون کے احیاء کا علم بلند کیا، اور دوسرے نے مغربی فلاسفہ و حکماء سے اردو دان طبقہ کو روشناس کیا، ایک کی اس دور کی ادبی یادگار الہلال کی جلدیں ہیں، اور دوسرے کی فلسفہ جذبات اور تاریخ اخلاق یورپ وغیرہ، پھر حدت ہم ذوقی نے دونوں کو یکے بعد

تعمیر حیات - ۱۰ دسمبر ۲۰۰۸ء

عالم اسلام کی خبریں

ابوالعظم ندوی

امریکہ میں اسلام کی اشاعت

جارجیا یونیورسٹی کے شعبہ بحث و تحقیق نے حال ہی میں امریکہ میں تیزی سے پھیلنے والے مذاہب کا جو جائزہ لیا ہے اس کے مطابق اسلام ان تمام مذاہب میں سب سے زیادہ سرعت سے پھیلنے والا دین ہے۔ اس سروے میں بتایا گیا ہے کہ امریکہ میں مساجد کی تعداد بارہ سو نو سے زیادہ ہو گئی ہے، اس کی نصف تعداد آخری بیس سالوں کے دوران ہوئی ہے جن لوگوں نے حالیہ برسوں میں اسلام قبول کیا ہے ان کا تناسب ۷۱ سے بیس فیصدی ہے حالانکہ نائن ایون کے بعد مسلمانوں کے خلاف امریکی حکومت اور اس کی ایجنسیوں نے سخت اقدامات کئے ہیں اور عوامی سطح پر بھی ان کے خلاف فضا بنائی گئی ہے۔

☆ لیتھوانیا ان ملکوں میں ہے جہاں ۱۳۹۳ء میں اسلام داخل ہوا، اس طویل مدت میں اس پر مختلف طوفان آئے، آج کل وہاں آبادی کل ساڑھے تین ملین ہے، مسلمانوں کی تعداد صرف دس ہزار ہے، یہاں پہلی بار لیتھوانی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ جب شائع ہوا تو لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور بڑی تعداد میں انہوں نے اسکو خرید، اس کا ترجمہ کرنے میں ترمیم کو سات سال کا عرصہ لگ گیا، مترجم کا کہنا ہے کہ مجھے عربی شاعری سے دلچسپی تھی یہیں سے میرے اعلیٰ جذبہ پیدا ہوا کہ قرآن کا ترجمہ اپنے ملک کی زبان میں کروں، ترجمہ میں میرے سامنے اصل کے

علاوہ روسی، انگریزی، جرمن اور پولش زبانوں کے تراجم بھی رہا کرتے تھے۔ جس ناشر نے قرآن کا ترجمہ شائع کیا ہے اس کا کہنا ہے کہ سب سے زیادہ یہی کتاب فروخت ہو رہی ہے، خصوصاً نوجوان بڑی دلچسپی لے رہے ہیں۔

☆ اوکرائینا: اوکرائینا کی آبادی چھالیس ملین ہے، اس میں مسلمان اقلیت میں ہیں، ان میں ستر ہزار عرب مسلمان ہیں، کل مسلم آبادی بیس لاکھ ہے، عام طور پر رمضان المبارک میں اوکرائینا کے نوجوان اسلام قبول کرتے ہیں، لیکن اس سال صرف ایک دن میں بیس اوکرائینوں نے ایک ساتھ اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔

شہر کیف میں قائم اسلامی ثقافت کے مرکزی طرف سے اس موقع پر جو خبر نامہ جاری کیا گیا اس میں کہا گیا ہے کہ مغرب نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو مہم چلا رکھی ہے اس کے رد عمل میں لوگوں کے اندر اسلام کے مطالعہ کا رجحان بڑھ رہا ہے اور بڑی تعداد میں غیر مسلم اسلامی لٹریچر طلب کر رہے ہیں۔

برطانیہ کے ایک سروے سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ نائن ایون کے ڈرامہ کے بعد یہاں کے مسلمانوں کے خلاف شکوک و شبہات اور عداوت میں اضافہ ہوا ہے نسل اور قومیت کی بنیادوں پر مسلمانوں کے خلاف مجید بھاؤ برتا جا رہا ہے تین سال قبل لندن میں بم دھماکوں کا جو حادثہ ہوا تھا اس کے بعد سے

برطانوی مسلمانوں کے خلاف عداوت اور دشمنی میں اضافہ ہو گیا ہے، اس سروے میں بتایا گیا ہے کہ ۶۱ فیصد مسلمانوں نے بتایا کہ جولائی ۲۰۰۵ء کے بعد سے ان کے خلاف تشدد کے واقعات میں اضافہ ہو گیا ہے، ۳۶ فیصد نے بتایا کہ ان کے ساتھ تشدد کے واقعات پیش آئے خود برطانیہ کے ۷۱ فیصد لوگوں نے یہ اعتراف کیا کہ مسلمانوں کے خلاف تعصب میں اضافہ ہو گیا ہے۔

دوسری طرف لندن کے سابق میئر نے برطانوی میڈیا کا ایک سروے کر لیا تو معلوم ہوا کہ صرف ۳ فیصد مقالات اور خبریں برطانوی مسلمانوں کے بارے میں مثبت رویہ کے شائع ہوتے ہیں، زیادہ تر خبریں ایسی شائع کی جاتی ہیں جن میں مسلمانوں کے خلاف جھوٹے الزامات ہوتے ہیں، جب ان خبروں کی تردید کے لیے اخبارات سے رجوع کیا جاتا ہے تو وہ ایسی خبریں شائع کرنے سے انکار کر دیتے ہیں، زیادہ تر یہ خبریں نقاب و حجاب، شادی، شریعت اسلامی، اور دینی مدارس سے متعلق تھیں، برطانوی ٹیلو بیڈن کے جیکل نمبر چار نے برطانوی اخبارات و رسائل کے تجزیہ سے جو نتیجہ نکالا ہے وہ حسب ذیل ہے:

☆ ۲۰۰۵ء سے ۲۰۰۶ء تک برطانوی اخبارات و رسائل میں شائع ۲۳ ہزار مقالات میں سے ایک ہزار مقالوں میں مسلمانوں سے متعلق جو مضامین شائع ہوئے ان میں سے ۶۹ فیصد مقالات نے برطانیہ کا اصل مسئلہ مسلمانوں کو قرار دیا، ۲۶ فیصد مقالات نے مسلمانوں کے دین کو رجعت پسندانہ اور خطرناک دین قرار دیا، ۳۴ فیصد نے مسلمان اور تشدد دونوں کو لازم و ملزوم قرار دیا ہے، ۹ فیصد کا خیال ہے کہ اسلام سے برطانوی سماج کو خطرہ ہے، ۴ فیصد مقالات میں اسلام اور مغرب کے درمیان تہذیبی کشمکش کی تعبیر کا استعمال کیا گیا، ۴ فیصد مقالات نے مسلمانوں کے وجود

حالا تک ہونا یہ چاہئے کہ جو اختلاف اول روز سے صحابہ کرام اور بعد کے ادوار میں فقہاء و محدثین کے درمیان احادیث کی بنیاد پر ہے اور اس پر پوری بحث ہو چکی ہے اس کو مختلف فیہ امت نے مان لیا ہے اب اس کو بار بار دہرانا اور امت کو اس میں الجھانا فضول و لغو ہے، یہ بہترین صلاحیتیں اگر مثبت کام میں لگتیں تو امت کا بے انتہا فائدہ ہوتا چنانچہ مقررین اس کا لحاظ کرتے ہیں وہ کبھی اختلافی بات نہیں کرتے اور یہ درست ہے کہ جو شخص اسٹیج پر عوام کے جلسہ میں اخلاقیات، معاملات اور معاشرت اور اسی طرح نہ جانے کتنے موضوعات ہیں جس پر بات ہو سکتی ہے امت اس سے بیگانہ ہے، اس کو چھوڑے ہوئے ہے، اور اس کی وجہ سے نقصان اٹھا رہی ہے، اب جو ان موضوعات کو چھوڑے اور اختلافی مسائل کو چھوڑے امت کو اس میں الجھائے تو وہ مصلح نہیں، امت کا یہی خواہ نہیں بلکہ قنہ پرور ہے اور امت کو الجھا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتا ہے، اپنی جیب اور پیٹ بھرنا چاہتا ہے۔

مولانا ندوہ میں درس و تدریس کے علاوہ رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے، اصلاح معاشرہ کے تعلق سے سرگرم رہتے تھے، شہر میں آپ کا بڑا اثر تھا بڑے بڑے لوگ آپ سے جڑے تھے، تنظیم ائمہ مساجد کے صدر ہونے کے ناطے ائمہ و طلبہ کے درمیان مسابقت اور تحریری و تقریری مقابلہ کرایا کرتے تھے، جس دن جلسہ ہوتا اس وقت مولانا کی نقل و حرکت دیکھنے کے لائق ہوتی تھی، جو آتا اس کو بڑھ کر سلام کرتے اس کا استقبال کرتے چھوٹا ہوا بڑا ہر ایک کا ایسا اکرام کرتے کہ چھوٹے شرمناک جاتے تھے، جلسہ میں شرکت کے لیے اتنے پہلے سے اور اتنی مرتبہ کہتے کہ ہم جیسے لوگ تو شرم سے جھک جاتے..... (بقیہ ص: ۲۰)

مولانا ایک مرتبہ سفر میں تھے آپ کے ساتھ قاری ریاض صاحب بھی تھے راقم اور ایک طالب علم شمیم نام کے، جو قدم چھوٹے تھے راجہ میں پڑھتے تھے آواز اچھی تھی مولانا ساتھ میں کسی مفتی کو کر لیتے تھے تاکہ راستہ میں تفریح ہوتی رہے اور لغت، غزل وغیرہ سے طبیعت بہلتی رہے اور سفر گراں نہ ہونے پائے تو اس سفر میں شمیم تھے سب سے بڑے ضلع کا تھا، راستے بھر لغت و حمد اور غزل سے دل بہلاتے رہے، اور کبھی کبھی مولانا اپنے خاص لہجہ میں کہتے ”شمیم نظم سناؤ ورنہ ابھی گاڑی سے اتار دیتا ہوں“

ایک مرتبہ مولانا زکریا صاحب اور مفتی طارق صاحب کے ساتھ سفر کا موقع ہوا ہستی میں ایک جگہ بسڈیلہ ہے اس میں فاروقی برادری رہتی ہے انہوں نے جلسہ کرایا تھا، دراصل مولانا مسلمان صاحب کا پروگرام تھا لیکن مولانا نے عین وقت پر معذرت کر دی تو مولانا زکریا صاحب کے ساتھ مفتی صاحب بھی تشریف لے گئے اور جب انہوں نے تقریر کی تو مجھ کو بڑی خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور بڑی اچھی گفتگو ہو گئی اور عوام پر بہت اچھا اثر بھی پڑا جب کہ اس جلسہ میں ایک مقرر تھے انہوں نے ایسی تقریر کر دی کہ دوسرے ہی دن جمعہ میں دوسرے لوگ جو اپنا خاص مسلک رکھتے ہیں انہوں نے کھل کر اس جلسہ کے خلاف تقریریں کیں اور گاؤں میں ایک طرح کی کشیدگی کا ماحول پیدا ہو گیا۔

دراصل یہ ندوہ کی دین تھی ندوہ روز اول سے اسی کا داعی ہے، اس کا مسلک ہے کہ اختلافی مسائل میں تسامح سے کام لیا جائے اس کو نہ چھیڑا جائے، اور ہے بھی بات بہت پتہ کی اس وقت جب غیر اسلام کے درپے ہیں اور بعض مسالک کے لوگ اسلام نہیں اپنے مسلک کی تبلیغ میں لگے ہیں اور دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں

اور مولانا اس کا اظہار بھی کرتے رہتے تھے جب بھی ہم لوگ مشائی کا مطالبہ کرتے تو فوراً مولانا پیسہ نکال دیتے تھے، کتابوں کے شمع ہونے پر تو ضرور ان سے ہم لوگ مشائی کھاتے، لیکن درمیان سال میں بھی کبھی کبھار کہہ دیتے تو بلا تردد بغیر کسی جرح کے مولانا پیسہ دے دیتے تھے، یہ مولانا کی شفقت اور ہم لوگوں سے محبت تھی شاید اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ عالیہ اولیٰ تک ۲۵ سے ۳۰ طلبہ ہوتے تھے اور ہر ایک کا تعلق استاد سے ذاتی ہوتا تھا، استاد فردا فردا طالب علم سے واقف ہوتا تھا، جس کے نتیجے میں صرف قانونی نہیں بلکہ محبت و شفقت کا تعلق بھی قائم ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ ہم دو چار ساتھی کینیڈا میں بیٹھے تشریح کر رہے تھے اور کسی ضرورت سے وہیں مولانا آ گئے، ہم لوگ فوراً احترام میں کھڑے ہو گئے اور جب مولانا کاؤنٹر پر پہنچے تو کسی نے دلی زبان میں مشائی کی درخواست کر دی بس مولانا کا ہاتھ جیب میں گیا اور باہر آیا تو اس میں سو روپے کا نوٹ ہمارے لیے حاضر تھا۔

مولانا اچھے مدرس ہونے کے ساتھ اچھے مقرر بھی تھے، بہت سے جلسوں میں ان کو مدعو کیا جاتا تھا، دور دور سے لوگ ان کی تاریخ لینے آتے تھے، اور مولانا ہاں تشریف لے جاتے تھے۔

مولانا کے ساتھ دو تین مرتبہ سفر کا موقع ملا، مولانا راستہ میں بڑے بے تکلف رہتے تھے استاد و شاگرد کے رشتہ کو ختم کر کے عبدالرحیم بھائی کہہ کر پکارتے انہیں آدمی ان کی باتوں سے کہیں سے بھی پتہ نہیں لگا سکتا تھا کہ یہ استاد ہیں اور سامنے والا شاگرد ہے، لیکن ہم لوگ ادب کو ملحوظ رکھتے تھے، ایسا نہ تھا کہ ان کی بے تکلفی کی وجہ سے سر چڑھ جاتے، مجال کیا تھی کسی استاد کے سامنے بلند آواز سے بات کریں یا کوئی بے ادبی کر بیٹھیں۔

کو برطانیہ کے لیے مثبت اور تعمیری قرار دیا، صرف ۲۰ فیصد مقالات نے یہ اعتراف کیا کہ مسلمان برطانوی قندروں کی حمایت کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا اسلام مخالف مقالات کے مقابلہ میں کچھ ایسے بھی صفائی ہیں جو برطانیہ کے باشندوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم لوگوں کو چاہئے کہ مسلمانوں کے ساتھ ایک مہذب انسان کی طرح معاملہ کریں، میڈیا میں اور شاہراہوں پر برطانوی مسلمانوں کے ساتھ جو معاملہ کیا جا رہا ہے وہ ہمارے لیے شرمندگی کا باعث ہے۔

ہذا یورپی ملکوں میں محمد نام بڑی تعداد میں مسلمان اپنے بچوں کا رکھ رہے ہیں، بلجیم کے دارالحکومت برسلو میں یورپی یونین کی تنظیم کا مرکز ہے، وہاں کے اعداد شمار سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ برسلو میں ۲۰۰۰ مسلمانوں میں جو بیچے مسلمانوں کے یہاں پیدا ہوئے وہ وہ بیچتیس کا نام محمد ہے، اس کے بعد کرام نام آتا ہے جس کی تعداد ۶۹۱ ہے، اس کے بعد چھٹے نمبر پر امین، ساتویں نمبر پر ایوب، اور مہدی نام آتے ہیں۔

ہذا واضح ہے کہ مسلمانوں نے اپنے ایک نام نگار کی رپورٹ شائع کی ہے جس میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ تائن ایون کے بعد سے ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بڑے پیمانے پر قبول اسلام کے واقعات پیش آرہے ہیں، نام نگار کے بقول باوجودیکہ تائن ایون کے بعد سے مسلمانوں کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ عیسائی اور یہودی دونوں نے مل کر کیا لیکن امریکی تعلیمی اداروں میں مسلمانوں کو جو انوں نے اسلام کا تعارف کرانے کی غیر معمولی جدوجہد کی، اس کی وجہ سے اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں بے برابر اضافہ ہو رہا ہے، خصوصاً امریکی جامعات میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔

☆☆☆☆☆

رپورٹ

علاقائی دینی تعلیمی کانفرنس خلیل آباد (بستی)

مجموعہ حسن حسنی ندوی

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنی وفات سے ایک ماہ قبل دینی تعلیمی کونسل کی ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ اس دور کا سب سے بڑا جہاد مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کے لیے نظر اور جدوجہد کرنا ہے مولانا اس تعلیمی تحریک کے عظیم قائد و امیر اور اس کونسل کے اول صدر تھے، اب ان کی وفات کے بعد سے یہ باران کے خواہزادے مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی پر ہے، اور ان کے دست راست اور اس کام و مشن میں ان کے قوت بازو و جوشی ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی صاحب ہیں، اس تحریک کا بنیادی کام بنیادی دینی تعلیم کی ضرورت پوری کرنا ہے تاکہ مسلمانوں کے بچوں کا ایمان و عقیدہ خطرہ میں نہ پڑے، اس تحریک کو پچاس سال ہونے کو ہیں، اس تحریک کی صدی کے نصف آخر کا آغاز ہے، اور اسی جگہ سے آغاز ہے جہاں اس کی شہت اول رکھی گئی تھی، غیر منقسم بستی میں اس کا پہلا اجلاس ہوا تھا، اب ہمیں سے اس کے نئے دور کا آغاز ہوا ہے، مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے خطبہ صدارت اور مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے خطاب صدارت سے اس کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا، مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی صاحب مدظلہ نے دینی تعلیمی کونسل کے کام کو سب سے اہم کام اور وقت کی سب سے بڑی ضرورت قرار دیا، اور اس پر تشویش ظاہر کی کہ اسکولوں کے نصاب میں جو آپسی منافرت پیدا کرنے کا مواد پایا جا رہا ہے وہ گہری اور سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے، اسرائیل میں عربوں کے خلاف نصاب میں ایسا مواد داخل کیا گیا تھا تاکہ اسرائیل کے دل میں عربوں سے شدید نفرت پیدا ہو جائے، یہی کچھ ہندوستان میں کیا جا رہا ہے، ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی صاحب نے اس کو ملک کی سالمیت کے لیے خطرہ بتایا، انہوں نے کہا کہ بار بار کونسل حکومت کو آگاہ کرتی رہی ہے، اور تمہیں باہر کاری اسکولوں کے نصاب کا جائزہ تیار کر کے پیش کیا جا چکا ہے، آسٹری میں اس کی کوئی ہو چکی ہے، وزارت تعلیم کو بھیج دیا جا چکا ہے، یہ معاملہ صرف ملت کا نہیں ہے ملک کی سالمیت کا ہے، نصاب

☆☆☆☆☆

کا زہر ملا مواد جمہوریت، سیکولرزم اور ملک کے عدم تشدد کے مزاج کو شدید نقصان پہنچانے کا، جناب ظفر یاب جیلانی صاحب ایڈووکیٹ قدیم رکن دینی تعلیم کونسل نے آئین ہند کی روشنی میں حکومت کی جانب سے اقلیتوں کو مراعات دینے جانے کا ذکر کرتے ہوئے توجہ دلائی کہ مسلمانوں کو اپنے حقوق حاصل کرنے میں پیچھے نہیں رہنا چاہئے، اقلیتوں کے جو بھی حقوق آئین میں رکھے گئے ہیں ان پر دستور ساز آسٹریلی خوب نورو جوش کر چکی ہے، آج حکومت اس دفعہ کے تحت جو حق بھی دے گی تو یہ حکومت کا کوئی احسان نہیں ہوگا، ہاں دستور ساز آسٹری کا احسان مانا جائے گا جس نے پہلے پہل یہ قدم اٹھایا۔

گورکھپور کے دینی تعلیمی کونسل کے فعال رکن اور ذمہ دار مولانا حکیم جنید عالم ندوی نے بنیادی دینی تعلیم کے سلسلہ میں رکاوٹوں کا ذکر کرتے ہوئے نوجوان نسل کو اس کام کو دوسرے کاموں پر ترجیح دینے کو کہا اور اس کے لیے ضروری قرار دیا کہ اپنے اپنے ذاتی مصارف پر قابو پانا ہوگا، خلیل عباسی صاحب جن کا تعلق اسی خانوادہ عباسی سے ہے، جسے اس تعلیمی تحریک کے بانی ہونے کا شرف حاصل ہے، نے جہاد سمجھ کر اور ارادہ کے مقابلہ کا خیال کر کے اس مشن میں لگنے کو کہا، اور عوامی رابطہ مضبوط کرنے اور مولانا شفیق احمد صاحب بستوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء نے کتب فقہ کے حوالہ سے کہا کہ جس علاقہ میں دینی کتب نہ ہو تو پورے علاقہ کے مسلمان گناہ گار ہوں گے۔

☆☆☆☆☆

روداد

حج و زیارت

مجموعہ حسن حسنی ندوی

حج و زیارت کا سفر یعنی مشاہدات، قلبی کیفیات اور روحانی تاثرات کا سنج ہائے گراں مایہ ہوتا ہے، صاحب قلم حجاج اپنے مشاہدات کو ہر زبان میں حوالہ قرطاس کرتے ہیں جن سے اہل ضرورت حسب ضرورت فائدہ اٹھاتے ہیں، ۲۰ ویں صدی کے تیسرے دہے میں جن صاحب دل عشاق نے ہادیہ حجاز کی بیانی کا قصد کیا ان میں مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریا بادی، مولانا مناظر احسن گیلانی اور مولانا عبدالباری ندوی کے نام بھی شامل ہیں۔ جو صاحب ذوق بھی تھے اور صاحب قلم بھی۔ اول الذکر کا عشق و محبت میں ڈوبا ہوا سفر نامہ ”سفر حجاز“ شائع ہو کر قبول عام پا چکا ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے بھی اپنی یادداشت ”دربار نبوت کی حاضری“ کے نام سے سپرد قلم کیا۔

مولانا محمود حسن حسنی ندوی نے سفر حجاز مؤلفہ مولانا عبدالماجد دریا بادی سے مولانا عبدالباری ندوی کے سفر حج میں قیام مکہ اور ایام حج کا ایک خاکہ تیار کیا ہے جو ان کے مولانا عبدالباری ندوی پر تصنیف ”زیر طبع“ کا ایک حصہ ہے۔ افادۂ عام کے لیے ہدیہ قارئین ہے۔ (ادارہ)

دربار نبوت سے اللہ کے دربار کی طرف مولانا گیلانی نے دربار نبوت کی حاضری کا انتہام بھی خوب دل سے اور عشق و محبت میں ڈوب کر لکھا ہے، اور بحیثیت امتی کے ایک ایک حق ادا کرنے کی اچھی کوشش کی ہے، اور اللہ کے دربار کی طرف اپنے قافلہ کے کوچ کرنے کا خوب نقشہ کھینچا ہے، وہ ملاحظہ ہو: ”خبرج ہوئی، مسجد نبوی میں نماز ادا کر کے واپس لوٹ رہے تھے کہ راستہ میں کھینچی کا نمائندہ ملا، تیار ہو جاؤ، لاری بس اسی وقت کھلے گی، مسرت کی لہر دوڑ گئی، قافلہ کے لوگ تیار ہو گئے، سوار ہو گئے، اور ۱۲ ذوالحجہ کو مدینہ منورہ میں تھے، شاید ۵ بجے شام کو وہ مکہ معظمہ میں گیلوں میں گھوم رہے تھے۔

مور مکینل ہوتے داشت کہ در کعبہ رسد دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید کا قصہ بہائے قصہ کے واقعہ بنا ہوا تھا، شاید

رہے، یہ چار لوگ تھے جن کے قیام و طعام کا نظم مشترک تھا، یہ مشترک نظم اور بھی تعلق و محبت کا باعث بنا، آخر میں جب حساب مولانا عبدالباری نے کیا تو وہ اتنا کٹا پتی تھا کہ ہر ایک حیرت زدہ اور خود مولانا عبدالباری بھی حیران رہ گئے، تفصیل مولانا گیلانی کے الفاظ میں سنئے:

”ہاں! ایک آخری بات بھی سن لیجئے، مدینہ منورہ پہنچ کر اکیس آدمیوں کا یہ قافلہ مختلف قیام گاہوں میں تقسیم ہو گیا، مولانا عبدالباری ان کے والدین اور فقیر کا قیام ایک جگہ تھا، قیام کے ساتھ ساتھ ہم چاروں کے طعام کا نظم بھی مشترک تھا، روٹنگی سے پہلے حساب کیا گیا کہ ایک مہینہ تین دن میں طعام کے مصارف کیا ہوئے، کھانے میں فراخ دلی اور وسعت سے کام لیا جاتا تھا، ناشتہ میں چائے کے سوا کباب، انڈے، دہی اور طرح طرح کی چیزیں بھی شریک رہتی تھیں، یہ سچ ہے کہ غیر تاریخی گرائی جس کا تجربہ جنگ عظیم کے بعد والی جنگ اعظم کے بعد دنیا کو ہوا ہے، اس کا ذکر تو شاید بنی نوع انسانی کو تاریخ کے کسی دور میں اس کا سامان گمان بھی نہ ہوا ہوگا، اور موجودہ زمانہ کے لحاظ سے نسبتاً ارزانی ہی تھی، لیکن جنگ اعظم نہ تھی، یہ سفر ہم لوگوں کا جنگ کے بعد ہوا تھا، عرب جنگ عظیم سے غیر معمولی طور پر متاثر تھا، مسلسل انقلابیوں سے اس ملک کو گڈنا پڑا تھا، عربوں کو بیار کرنے والی حکومت ترکی کا اقتدار عرب سے ختم ہو چکا تھا، بھاد تو اب یاد نہیں رہا مگر پھر بھی غیر معمولی گرائی ہی تھی۔

مگر مولانا عبدالباری صاحب نے جب حساب کیا تو وہ کچھ کھچکے سے ہو کر رہ گئے، میں بھی من کر حیران تھا، جب مولانا فرمانے لگے کہ ایک مہینہ تین دن کی اس پوری مدت میں فی کس آٹھ روپیہ کا حساب پڑتا ہے، کل آٹھ روپے، جس میں کھانا بھی ہے اور ناشتہ بھی اور چائے بھی، کچھ تکلفات بھی، بار بار میزان کی جانچ کی گئی، مدوں کو دکھا گیا لیکن آٹھ سے آگے یہ عدد کسی طرح نہ بڑھا، مجبوراً تسلیم کرنا پڑا کہ مہمانی میں درحقیقت یہ سارے دن گذر گئے، آٹھ کا عدد بھی صرف ”پروہ تھا۔ اس ضمن کریم کے قربان جائیے احسان جس کا صورت احسان میں نہ تھا

ڈیڑھ دن میں راستہ طے ہوا، نلکے کا خیال تو دل سے پہلے ہی نکال دیا گیا تھا، اس لیے مدینہ سے نلکے پر جس کیفیت کا اندیشہ تھا، الحمد للہ کہ وہ طاری نہ ہوئی، ذوالحلیفہ (بیرہلی) میں گاڑی رکھی، سامنے مسجد تھی، مسجد کے پاس صاف و شفاف پانی سے بھری ہوئی ایک کافی عریض و عمیق باوڑی تھی، خوب نہانے، تیرے اور مسجد میں آکر احرام باندھا، الفاظ کہاں ہیں جو شکر و امتنان کے جذبات کی ترجمانی کی گنجائش رکھتے ہوں۔ جو کچھ کہ ہوا ہوا کریم سے تیرے جو کچھ کہ ہوگا تیرے کریم سے ہوگا مدینہ منورہ کی منزل ختم ہو گئی، رسول کے دربار سے بار بار ہو کر اب اللہ کے بندے اللہ کے دربار میں تھے۔

طیبہ کی آخری بات مولانا عبدالباری ندوی، ان کے والدین ماجدین اور حضرت گیلانی مدینہ منورہ میں ایک ہی مقام پر مقیم

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ
وَصَحْبِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ أَجْمَعِينَ. وَآخِرُ دَعْوَانَا
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ

مکہ مکرمہ حاضری ہونی ہے تو وہ عاشقانہ ہوگی، دو
سے کی چادریں، گویا کفن بردوش، سر کھلا ہوا، پاؤں کو بھی
ڈھکنائیں، یہ صدائے گائے ہوئے: لبیک اللہم
لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد
والنعمة لک والملك، لا شریک لک لبیک۔ کہ میں
حاضر ہوں، بار الہا حاضر ہوں (مخلصانہ و عاشقانہ
حاضری ہے) کوئی بھی تیرا شریک نہیں، حاضر ہوں،
واقعی ساری تفریقوں کا سزاوار تو ہی ہے، نعمتیں سب کی
سب تیری ہی ہیں، حکومت و اقتدار بلا شرکت غیرے تیرا
ہی ہے، حاضر ہوں۔

یہ حال ہو، یہ عاشقانہ مجنونانہ کیفیت ہو، بے چینی
چینائی بیقراری آخر کس کے لیے ہے؟ اسی ایک اللہ رب
العالمین کے لیے تو، جس نے بلا یا بھی تو حاضر ہو گیا، اور
وہ بھی کہاں؟ اسی کے در پر، اسی کی چوکھٹ پر، کہاں
سے؟ اپنے گھر سے، کہاں کو؟ اللہ کے گھر کو، جو خالق بھی
ہے اور پالنا بھی، اور پھر ہر چیز کا مالک، ہر چیز پر قادر،
اور بدلہ کے دن کا مالک بھی، کیسے اس کو ترس نہ آئے،
کیوں رحم نہ آتا، کیونکر توبہ نہ ہوتی، کہ سب سے کٹ کر
ایک اسی کی طرف آیا جا رہا ہے، یہاں تو رحمت بھیجے کا
ایک محرک اور بھی ہو گیا کہ دیار حبیب سے رب العالمین
کے دربار کی حاضری ہے، محبوب رب العالمین کا مہمان
بن کر اللہ رحمن و رحیم کا مہمان بنا جا رہا ہے، وارے خوش
نصیبی ان مہمانوں کی، کیسے نہ اس خوش نصیبی پر یہ معزز
مہمان اپنا دل نکال کر رکھ دیتے، جبکہ ان میں ہر ایک
یوں بھی معزز تھا، کہ تقویٰ و پارسائی، مہارت ظاہری
و باطنی ان کا شعار بنی ہوئی تھی، جبکہ خود اللہ جل جلالہ کا یہ
ارشاد بھی ہے: "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔"

مولانا گیلانی کے دل کے گلے سے سانسے آچکے،
در بار نبوت کی حاضری کی کہانی ان ہی کی زبانی رہی، اب
مولانا دریا بادی کے شہ پارے بھی سانسے آجائیں، شہ

پارے کیا اس سے بھی بڑھ کر کہ آدمی پڑھتا جائے اور سر
دھتا جائے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسینی مدنی کہ
شہادت و اعتراف پہلے ملاحظہ کر لیجئے، وہ کہتے ہیں:

"۱۹۲۹ء میں مولانا نے حج و زیارت سے
فراغت حاصل کی، اور وہ سفر نامہ ان کے قلم سے نکلا جو نہ
صرف ان کی تحریروں بلکہ ان لائقہ اد کتابوں میں جو اس
موضوع پر لکھی گئی ہیں، امتیاز خاص رکھتا ہے، جہاں تک
یا وہ یہ مولانا کی پہلی کتاب تھی، جو میں نے بڑے
شفقت و انہماک کے ساتھ پوری پڑھی، پڑھتا تھا، اور
مولانا کے زور قلم اور ایللیٹل طرز تحریر پر جس میں ادب اور
واردات قلب کا نہایت حسین اور دلآویز امتزاج ہے،
جھوم جھوم جاتا تھا۔"

مکہ کی یتیم گاہ سے خلیفہ خدا کی طرف

"..... مولوی شاہ لطف اللہ صاحب کی پانچ
آدمیوں کی جماعت یہاں سے علاحدہ ہو گئی اور ہم
۱۶ مرد و زن چار اعرابیوں پر سوار ہو کر چلے، حرم شریف
کا نیز حیدر آبادی رباطوں کا فاصلہ یہاں سے ڈیڑھ میل
دور تھا، پھرنے کے لیے مقامات پیش نظر تھے، اور سب
سے بڑھ کر مولوی محمد سلیم صاحب کا خلوص و محبت سے بھرا
ہوا دعوت نامہ مدرسہ مولتیہ سے متعلق موجود تھا، لیکن
معلم سے معلوم ہوا کہ مدرسہ کا فاصلہ حرم سے اچھا خاصا
ہے، سچ وقت حاضری نہ ہو سکے گی، اس لیے طے پایا کہ
پہلے رباط حیدر آباد میں چل کر قیام کیا جائے اس کے بعد
دیکھا جائے گا، یہ رباط مسفلہ میں واقع ہے، کئی درجوں
کی وسیع عمارت مگر اس وقت ماشاء اللہ خوب کچھا کچھ
بھری ہوئی ہے، اس کے مہتمم داروغہ حبیب اللہ صاحب
خوش خلق، مستعد، کارگزار خدمت کر کے خوش ہونے
والے، حرم سے یہ عمارت کوئی تین فرلانگ کے فاصلہ پر
نہر زبیدہ کا ایک پانچ مین اس کے دروازہ پر اور یہ مکہ
کے لئے ایک خاص نعمت ہے، ہندوستان والوں کو پانی
کی اس اہمیت کا اندازہ کہاں؟

سکندر ذوالقلمین تو کہتے ہیں کہ حضرت خضر کی
رہنمائی کا محتاج تھا، یہ سکندر "مطوف" خود ہادی و رہنما
بن کر ہمراہ ہوئے، مگر ہم پر سوار، ہماری اعرابی کے

ساتھ ساتھ باواز بلند دعائیں پڑھتے جاتے ہیں، اور ہم
لوگ انہیں الفاظ کو دہراتے جاتے ہیں، اب تو یہ خیال
نہیں کہ انہوں نے کوئی دعائیں پڑھائی تھیں البتہ
کتابوں میں اس قسم کی دعائیں منقول ہیں۔"

مسجد حرام و کعبہ مقصود

"..... لیجئے مسجد حرام کی چار دیواری شروع ہو گئی،
کئی دروازے چھوڑتے ہوئے لوگ باب السلام سے
اندر داخل ہوئے، (داخلہ کے لیے یہی دروازہ بہتر
مانا گیا ہے) کس کے اندر داخل ہوئے؟ اس ارض پاک
کے اندر، اس بقعہ نور کے اندر جہاں کی ایک نماز ایک
لاکھ یا کم از کم ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے، اندر داخل
ہوتے ہی نگاہ اس یہ غلاف والی عمارت پر پڑی جسے خشکی
اور تری میں نہ سانسنے والے نے، زمین و آسمان، عرش
و کرسی کی سائی میں نہ آنے والے نے، وہم و خیال کی
وسعت میں نہ گھرنے والے نے، اپنا گھر کہہ کر پکارا ہے،
نگاہ پڑی اور پڑتے ہی جہاں پڑی تھی وہیں جم کر رہ گئی،
اس گھڑی کی کیفیت کیا اور کن لفظوں میں بیان ہو۔"

پہلا طواف

"یہی بیت تھا جس کا طواف شروع ہوا، معلم
عبدالقادر سکندر اپنے ہمراہ مطاف کے اندر لائے اور
سارے قافلہ کو اپنی رہنمائی میں طواف کرانا شروع کیا،
جہاں اچھا خاصا تھا لیکن مطاف بھی ماشاء اللہ خوب وسیع
ہے، زیادہ کشمکش نہیں ہونے پائی، اور اگر نجدی و بدوی
حجاج اپنے کو ذرا قابو رکھیں تو اتنی بھی کشمکش نہیں ہونے
پائے، خود معلمین بھی خاصی بے احتیاطی کرتے رہتے
ہیں، اور لوگوں کو ڈھکیلتے اور دھکے دیتے رہتے ہیں، آگے
بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، بس ایک شے کے علاوہ
مطاف ہر طرح پر بڑے امن اور دلچسپی کی جگہ ہے،
بوڑھے، جوان، بچے، عورتیں، تندرست و توانا، کمزور
و لاغر سبھی طرح کی خلقت ہے، سب اپنے چکر میں
مصروف، جو بوڑھے یا بیمار اپنے پیروں پر طواف نہیں
کر سکتے ان کے لیے اجازت ہے کہ شہری پر طواف
کریں، یہ ایک طرح کا کھٹولا ہوتا ہے، جسے جوان
تندرست مزدور اپنے سروں پر اٹھائے رہتے ہیں، بہت

سے بیماروں کو اس طرح لینے لینے طواف کرتے دیکھا،
تا وقت حاجیوں کو تو معلم کے بغیر چارہ ہی نہیں، اچھے
خاصے پڑھے لکھے بھی پہلی دفعہ چکر میں آجاتے ہیں،
البتہ ایک مرتبہ واقع ہو جانے کے بعد پھر زیادہ وقت
نہیں رہتی، بہتر یہ ہوگا کہ مناسک کی کتابیں پہلے سے
ضرور کھلی جائیں، ہم لوگ تو بالکل معلم کے ہاتھ میں
تھے، جہاں سے انہوں نے شروع کرایا، شروع کیا، اور
جہاں سے پر انہوں ختم کرایا ختم کیا، رٹل اور اصطباغ
وغیرہ سب انہیں کی ہدایت کے مطابق کرتے رہے،
ایک چکر، دو چکر، تین چکر، لیجئے آدھ گھنٹہ کے اندر
پورے ساتوں چکر ختم ہو گئے، اور ہم لوگ طواف ختم
کر کے "و اتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ" کے
پڑھتے ہوئے مقام ابراہیم کی طرف بڑھے۔"

سعی

"عصر کا وقت آخر ہو رہا تھا، جب ہم لوگ طواف
متعلقات طواف سے فارغ ہو کر "سعی" کے لیے باہر نکلے،
سعی کے لفظی معنی تیز چلنے یا دوڑنے کے ہیں، اصطلاح
میں سعی نام ہے صفا و مروہ کے درمیان سات پھیرے
کرنے کا، سعی کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے خانہ کعبہ میں حجر اسود
کو بوسدے اس کے بعد باب بنی مخزوم سے یا کسی اور
دروازے سے حرم شریف سے باہر نکلے اور ان مقامات
کے درمیان سات پھیرے کرے، اس طرح کہ پہلا پھیرا
مناسک شروع ہوا اور ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہو، صفا و مروہ
کی زمانہ میں اونچی پہاڑیاں تھیں، مانی ہاجرہ پانی کی تلاش
میں مظلوم و بیقرار ہو کر انہی پہاڑیوں پر چڑھ چڑھ کر دیکھتی
تھیں کہ شام دور سے کسی قافلہ پر نظر پڑ جائے اور اس سے
پانی حاصل ہو جائے، اب تو پہاڑیاں باقی نہیں رہیں،
معمولی بلندی کے چبوترے سے کچھ رہ گئے ہیں، حضرت
ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کی تلاش میں شہر خوار، نور نظر
کی پہاڑیوں کے نیچے سے پانی کا چشمہ اٹلنے لگا تھا، اور اس
مذہب کی سعی ختم ہو گئی تھی، بس اس سعی کی یادگار آج تک
قلمی آ رہی ہے، اللہ والوں اور اللہ والیوں کا مرتبہ ذرا
دیکھا، طالب خود اس راہ میں مطلوب بن جاتے ہیں، ہاجرہ
مذہب نے زندگی میں ایک بار سات پھیرے کئے تھے،

اس کی یادگار میں اس ساڑھے تیرہ سو برس کی مدت میں
کتنے لاکھ، کتنے کروڑ، کتنے ارب، کتنے پھیرے اس راہ پر
اپنے دربار میں حاضری دینے والوں سے کرائے جا چکے
ہیں، اور دنیا کا کوئی ریاضی داں حساب لگا سکتا ہے کہ
قیامت تک ان پھیروں اور پھیرے کرنے والوں کی تعداد
کہاں تک پہنچ جائے گی، سالہا سال صدیاں گزر چکی
ہیں، اور ہاجرہ کے نقش قدم پر چلنے والوں کا تانتا ہے کہ کسی
کے توڑے نہیں ٹوٹا۔"

سعی کے بعد

"لیجئے جن رفیقوں کا میری طرح حج تمتع تھا ان
سب کا عمر ختم ہو گیا، اس وقت کی خوشی کا کیا پوچھنا، عمرہ
سے فراغت کیا ہوئی یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی خزانہ مل گیا
ہے، ہنستے ہوئے چہروں کے ساتھ ایک دوسرے کو
مبارکباد دی جانے لگے، طویل سفر سے چلے آ رہے تھے،
اور آتے ہی طواف و سعی میں مشغول ہو گئے تھے، خوب
تھکے ہوئے تھے، لیکن دل کے انبساط نے جسم کے کان
کو بڑی حد تک رفع کر دیا، پیاس کی شدت میں شربت
کے گلاس خوب برف ڈال ڈال کر پئے گئے، اور اسی
وقت بجلی کی روشنی میں ایک جام کی آراستہ و شامند دروکان
میں سرمندانے گئے، اور بال کتر دوائے گئے، مغرب کے
وقت کو ابھی آدھ گھنٹہ پون گھنٹہ ہوا تھا۔"

احرام حج

جولوگ قارن تھے ان کے احرام تو بندھے ہوئے
تھے ہی، انہیں کسی جدید احرام کی ضرورت نہیں تھی، باقی
دوسرے لوگوں کو ۸/۸ زوالحج کی صبح کو احرام باندھ کر روانہ
ہونا چاہئے لیکن اس کے قبل ہی احرام باندھ لیا جائے تو
بہتر ہے، اور فقہاء نے اسے مستحسن لکھا ہے، مولانا شفیق
الدین مدظلہ نے بھی یہ خاص طور پر ارشاد فرمایا تھا کہ
احرام ۷ راتوں ۸ کی درمیانی شب میں بعد عشاء حرم
شریف ہی بلکہ حطیم کے اندر باندھ لیتا۔"

"بہر حال مولانا کے ارشاد کے ایک جزو کی تعمیل
ہو گئی یعنی احرام کے لیے ۸ کی صبح کے طلوع ہونے کا
انتظار نہیں کیا گیا بلکہ شب ہی میں باندھ لیا گیا، البتہ اس
کے لیے مقام حطیم نصیب نہ ہوگا، مغرب و عشاء کی

نمازوں کے وقت حرم شریف کے اندر ایک خاصی تعداد
احرام پوشوں کی نظر آئی۔"

منیٰ کی طرف

"ذی الحجہ جمعہ سہ پہر ہم لوگوں کو چلنے میں اس
قدر تاخیر ہوئی کہ وقت مستحب نکل چکا، ہزار ہا قافلے
آگے جا چکے پھر بھی بہت سے باقی رہ گئے ہیں، اور
ساتھ ہی ساتھ چل بھی رہے ہیں، ہزاروں انسان پیدل
چل رہے ہیں، ہزار ہا اونٹوں پر سوار ہیں اور ہزار ہا
خچروں اور گدھوں پر، ہر شخص احرام پوش، لبیک لبیک کی
صدائے طرف سے چلی آ رہی ہے۔

..... قافلہ کے آٹھوں اونٹ ۱۶ سواریوں کو لیے
ہوئے ایک دوسرے کے آگے بچھے، دو یا تین بدو ہمراہ،
ہراونٹ کے ساتھ ایک شربان ہیں ہوتا، تین تین چار چار
اونٹوں کے لیے بس ایک ہی بدو کافی سمجھا جاتا ہے، ایک
اونٹ پر ہم میاں بیوی، ایک پر مولانا مناظر احسن صاحب
اور حکیم عبدالخالق صاحب، اسی طرح دو دو سواریاں باقی
سب پر، اونٹ پر سوار ہونے کا یہ پہلا تجربہ تھا۔"

منیٰ میں

"ظہر کا وقت آخر ہو رہا تھا، جب مکہ معظمہ سے چلے
تھے، عصر کا اوسط وقت گذر چکا تھا جب منیٰ پہنچے، کل صبح
عرفات کے لیے روانہ ہونا ہے، مسنون طریقہ یہ ہے کہ
ذی الحجہ کی ظہر سے لے کر ہی تھری تک پوری پانچ نمازیں
منیٰ میں ادا کرے، اور اسی لیے ۸ کو ہم لوگ مکہ سے صبح
سویرے چلنے کی اس قدر جگت کر رہے تھے لیکن معلم کا خدا
بھلا کرے شخص ان کی عنایت سے ہم لوگ ایسے وقت
یہاں پہنچے کہ جمعہ ظہر کا وقت الگ رہا عصر کا بھی اول
وقت کچھ دیر ہوئی رخصت ہو چکا تھا، جنموں کی طرف سے تو
معلم صاحب چلنے وقت مایوس کر چکے تھے، مزاک کے
کنارے میدان میں ہمارے شغوف اتار کر رکھ دیئے
گئے اور ہم کو حکم ملا کہ اس سہ پہر سے لے کر کل صبح تک کا
وقت انہیں شغوفوں کے اندر یا ان کے باہر آسمان کی
چھت کے نیچے اور زمین کے فرش کے اوپر بسر کرنا ہے۔"

عرفات کا دن

"آج کا دن خاص فضیلتوں اور برکتوں کا،

سوال جواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

مطابق تقسیم کیا جائیگا۔

سوال: کیا غیر مسلم کے برتن میں کھانا پینا جائز ہے؟
جواب: اگر پاک و صاف ہو تو جائز ہے۔

سوال: قبرستان میں کچھ درخت لگے ہوئے ہیں کیا اس کی آمدنی سے مسجد کی مرمت کروا سکتے ہیں؟
جواب: نہیں مسجد کی تعمیر اور مرمت میں قبرستان کے درختوں سے حاصل شدہ رقم نہیں لگا سکتے ہیں۔

سوال: جنازہ کی نماز جوتے یا چپل پہن کر پڑھ سکتے ہیں یا اتار دینا چاہئے؟
جواب: جنازہ کی نماز پڑھتے وقت جوتے اور چپل پہن کر اور بغیر پہنے ہوئے دونوں طرح سے پڑھ سکتے ہیں۔

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ سورہ فاتحہ قرآن مجید سے الگ ہے یہ قرآن کا حصہ نہیں ہے، اس کا کہنا کیا ہے؟
جواب: سورہ فاتحہ بالاتفاق قرآن مجید کا جزء ہے۔

سوال: ایک کبھی صرف حرام اشیاء تیار کرتی ہے کیا اس کے شیراز (حصے) لینا درست ہے؟
جواب: نہیں ایسی کبھی کے شیراز لینا درست نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص تہا نماز پڑھ رہا تھا کہ دوسرے لوگ آکر شریک ہو گئے تو کیا وہ بحیثیت امام نماز پڑھا سکتا ہے؟
جواب: ہاں وہ مفرد بحیثیت امام نماز پڑھا سکتا ہے۔

سوال: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک رات میں اپنی خالہ میمونہ کے یہاں سویا، رات کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر نماز پڑھنے لگے تو میں بھی آپ کے ساتھ شامل ہو گیا (بخاری، مسلم)

☆☆☆☆☆

ہو گیا "ج ہو گیا" کی صدا میں ہر طرف سے آنے لگتی ہیں اور ایک دوسرے کو مبارکبادی جانے لگتی ہے۔
"..... حج کا رکن اعظم بحمد اللہ ختم ہو چکا، اس وقت دل کی مسرتوں کا کیا پوچھنا، بات کہنے کی نہیں، تجربہ کرنے کی ہے، ہر چہرہ کھلا جا رہا ہے، ہر طرف مسرت و انبساط۔"

مزدلفہ
عرفات کے بعد ہی حاجیوں کو مزدلفہ میں قیام کرنا ہوتا ہے، یہ ایک وسیع میدان کا مشہور نام ہے، جو منیٰ و عرفات کے درمیان واقع ہے، منیٰ سے عرفات کے دو راستے میں ایک سیدھا اور ایک کسی قدر چکر کے ساتھ منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے سیدھے راستے سے جانا مسنون ہے، ادھر مزدلفہ نہیں پڑتا، عرفات سے واپسی دوسرے راستے سے مسنون ہے، جو ذرا چکر کھا کر ہے، مزدلفہ اسی راستے میں پڑتا ہے۔"

"قرآن مجید میں اس کا نام "مشعر الحرام" آیا ہے، اور یہاں کے قیام کی اہمیت اسی سے ظاہر ہے کہ خود کلام پاک میں یہ تصریح موجود ہے کہ عرفات سے واپسی میں "مشعر الحرام" میں ذکر الہی کرو، فیذاذ افضنم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام۔
مشعر الحرام کے مفہوم میں سارا میدان داخل ہے۔"

مولانا عبدالجاد صاحب دریا بادی نے مزدلفہ کی شب گذاری میں مولانا مناظر احسن گیلانی کی کی کو بہت محسوس کیا، جو مسجد نمبرہ میں نماز ادا کرنے گئے تو پھر قافلہ سے بعد میں اس وقت ملے جب مزدلفہ کے اعمال بھی پورے ہو چکے تھے، مولانا عبدالباری ندوی اور باقی کبھی رہتا، ساتھ رہے، عقب ونگان کی جو حال تھا اسے مولانا دریا بادی کی زبانی ہی سنئے:

"ہماری ساتھ کی بیویاں دن بھر کے سفر اور ننگان کے بعد قدرتا بھوک تھیں، قافلہ کے دو تن مرد بازار کھانا لینے گئے، واپسی میں رات بھولے اور ان پر جو کچھ گذری بس انہیں کا دل جاتا ہے، ایک ہی طرح کے ہزار ہا

رستوں اور نوازشوں کا دن ہے، راستہ میں جس قدر بھی ہو سکے تکیہ و تکبیر، درود و استغفار جاری رہتا چاہئے، سعادت کی یہ گزریاں اگر عمر میں ایک بار بھی نصیب ہو جائیں تو خوش نصیبی ہے۔

لیجئے عرفات کے حدود شروع ہو گئے، ایک لقمہ ذوق میدان، ہمسروں کا اندازہ ہے کہ دس میل مرحلے سے کیا کم ہوگا، جہاں تک نظر کام دیتی ہے میدان ہی میدان اور ارد گرد پھاڑیاں اور اونٹوں کی تعداد حساب و شمار سے خارج اور خمیوں کا گویا ایک جنگل لگا ہوا ہے، ہر طرف خبیثی ہی خبیثی، جن کو خبیثی کی استطاعت نہیں انہوں نے معمولی چادریں تان رکھی ہیں، بعض جن کو یہ بھی نصیب نہیں بیچارے دھوپ میں پناہ لینے کے لیے صفوں کے نیچے گھسے ہوئے ہیں، دوپہر سے کچھ قبل کوئی گیارہ پورے گیارہ کا وقت ہوگا کہ ہم لوگ پہنچ گئے۔"

حج پورا ہوا
"اپنے خیمہ میں ہی مختصری جماعت مل گئی، مولانا مناظر صاحب ہر موقع کی طرح آج بھی ہمارے قافلہ میں سب سے زیادہ نصیب دور ہے، نماز پڑھنے مسجد نمبرہ گئے، واپسی میں خیمہ کا راستہ بھول کر خدا جانے کہاں کہاں بھٹک گئے، اور ساتھیوں سے گم ہو کر یہاں کی تنہائیوں اور غلطیوں میں کیا کیا پایا، ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء۔ کی تصدیق ایک بار پھر ہو کر رہی، ہدایت ایسے ہی کھوئے ہوئے نصیب میں آتی ہے ووجدك ضالاً فہدی۔

ہم لوگ یہاں قبل دوپہر پہنچ گئے تھے، دوپہر ہوتے ہوتے جنہیں غسل کرنا تھا وہ غسل سے اور باقی وضو کر کے تیار ہو گئے، ۱۶ آدمیوں کے لیے دو خیمے تھے، ایک خیمہ میں خاص میرے قافلہ کے آٹھ آدمی (مردوزن) آگئے، دوسرے میں بقیہ آٹھ آدمی رہے۔"
"..... اعمال حج کا رکن اعظم بھی وقف عرفات ہے، جس وقت سہ پہر کو (اندازہ کے لیے اوسط وقت مصر سمجھئے) امام خطبہ پڑھ چکا ہے تو وہ وقت عجیب مسرت کا ہوتا ہے "حج

اونٹ اور ہزار ہا سفد ہر طرف نظر آ رہے تھے، بالکل بھول بھلیاں کا منظر، قدم قدم پر بھٹکتے تھے اور اپنے قافلہ والوں کو چیخ کر پکارتے تھے، پکارتے پکارتے گلے پڑ گئے تھے، جب جا کر کس مشکل سے پہنچ پائے ہیں۔"
مگر یہ سارا ننگان اس وقت کا فور ہو گیا جب اس مبارک و پر نور شب میں پورے الحاح و زاری کے ساتھ دعاؤں کی توفیق ہوئی، اور اللہ کی رحمت کو مستوجب پایا، قافلہ کے اس حال و کیفیت کو مولانا دریا بادی نے پوری ادبیانہ شان کے ساتھ یوں بیان کیا ہے:

"اللہ اکبر! جو کچھ عرفات میں بھی نہ ملا تھا، مزدلفہ میں مل گیا، اس رحمت بے حساب کا کوئی حساب لگا سکتا ہے، اس کرم بے نہایت کی کوئی پیمائش کر سکتا ہے، مزدلفہ کی بزرگیوں اور عظمتوں کا کون اندازہ کرے گا؟ اور جس نے مزدلفہ میں یہ دعائیں مانگیں، اس کے لطف و شفقت کا کون احاطہ کر سکتا ہے؟ اور پھر سب سے بڑھ کر جس نے ان دعاؤں کو قبول کیا، اس کی شان رحمت و مغفرت کے اظہار کے لیے کوئی لفظ، کوئی عبارت کافی ہو سکتی ہے؟"
مولانا دریا بادی نے اپنی اور اپنے قافلہ کی روداد سفر حج آگے بھی جاری رکھی ہے، مزید منیٰ کا قیام، رمی جمرات، قربانی، حلق اور مکہ کے اعادہ کا خوب خوب تذکرہ کیا ہے، سبھی کچھ بڑے جذبہ ہمت اور عشق و وارستگی سے کیا گیا۔

واپسی

صبح کے بعد زیادہ دن ظہر تا نہیں ہوا، مدینہ پاک کی زیارت پہلے ہی کی جا چکی تھی، اللہ اکبر! "اکبر" نامی جہاز (بحری) سے سفر شروع ہوا تھا، اور "رحماتی" جہاز سے واپسی کا پروگرام بن گیا، یہ رہا اللہ کا رحم و کرم، ۱۸ ذی الحجہ (۲۷ مئی) کی تاریخ تھی، تین مہینہ پر محیط رہا، ۶ رجوں کو بمبئی کا ساحل ملا، اور ۹ رجوں کو یہ مبارک قافلہ لکھنؤ پہنچ گیا، جعل اللہ تعالیٰ ححہم ححاً مبروراً و معہم معباً مشکوراً و ذنبہم ذنباً مغفوراً۔

☆☆☆☆☆

سوال: ہمارے یہاں اکثر مساجد میں جمعہ کے دن خطبہ اذان سے پہلے مؤذن بلند آواز سے آیت کریمہ "واذا قرى القرآن فاستمعوا له وانصتو" پڑھتے ہیں کیا ایسا کرنا سنت سے ثابت ہے۔

جواب: اذان سے پہلے مذکورہ آیت کریمہ کو خطبہ اذان سے پہلے پڑھنے کا کوئی ثبوت شریعت مطہرہ میں نہیں ملتا ہے لہذا اس پر مداومت اختیار کرنا اور اسے لازم سمجھنا بدعت ہے۔

سوال: کیا وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا چاہئے؟
جواب: ہاں وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا چاہئے احادیث نبویہ اور آثار صحابہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

سوال: زیادہ پیر سے محذور ہے لکڑی کے ہمارے چلتا ہے ذی شعور اور صاحب علم ہے اور امامت کی صلاحیت رکھتا ہے مسجد کے تین مقرر شدہ امام ہیں، جو امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں بسا اوقات ان تینوں امام کی عدم موجودگی میں کوئی نماز پڑھانے والا نہیں ہوتا کیا ایسی صورت میں زیادہ امامت کر سکتا ہے اور امام صاحب اپنی غیر موجودگی میں زیادہ امامت کر سکتے ہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں زیادہ اگر رکوع اور جہدہ پر قادر ہے تو امامت کر سکتا ہے کراہت نہ ہوگی، نیز امام صاحب اپنی غیر موجودگی میں اسے اپنا نائب بنا

سوال: کیا کسی کافر کے یہاں دعوت میں گوشت کھا سکتے ہیں؟
جواب: اگر یہ معلوم ہو کہ مسلمان نے ذبح کیا ہے تو کھا سکتے ہیں ورنہ نہیں کھولا نسا کلو مما علم یذکر اسم اللہ علیہ (القرآن)

سوال: کیا لڑکیوں کو میراث کا حصہ یہ کہہ کر دینا کہ حصہ لکر بھائیوں کو دیدینا، جائز ہے؟
جواب: اس طرح کہہ کر دینا جائز ہے وہ ان کا حق ہے جو چاہیں کریں "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الحنۃ یوم القیامۃ" (مشکا ۲۶۶)

سوال: کیا ناپاک شخص جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے؟
جواب: ناپاک شخص جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے یہ نجاست حکمی ہوتی ہے، حقیقی نہیں ان المؤمن لا ینحس" (بخاری شریف کتاب الطہارۃ)

سوال: عقیقہ کرنے کے بعد نام میں تبدیلی ممکن ہے یا نہیں؟
جواب: عقیقہ کرنے کے بعد بھی نام میں تبدیلی ممکن ہے، اور اگر کوئی غیر شرعی نام ہو تو بدلنا ضروری ہے۔

سوال: کیا اس کی آمدنی سے مسجد کی مرمت کروا سکتے ہیں؟
جواب: نہیں مسجد کی تعمیر اور مرمت میں قبرستان کے درختوں سے حاصل شدہ رقم نہیں لگا سکتے ہیں۔

سوال: جنازہ کی نماز جوتے یا چپل پہن کر پڑھ سکتے ہیں یا اتار دینا چاہئے؟
جواب: جنازہ کی نماز پڑھتے وقت جوتے اور چپل پہن کر اور بغیر پہنے ہوئے دونوں طرح سے پڑھ سکتے ہیں۔

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ سورہ فاتحہ قرآن مجید سے الگ ہے یہ قرآن کا حصہ نہیں ہے، اس کا کہنا کیا ہے؟
جواب: سورہ فاتحہ بالاتفاق قرآن مجید کا جزء ہے۔

سوال: ایک کبھی صرف حرام اشیاء تیار کرتی ہے کیا اس کے شیراز (حصے) لینا درست ہے؟
جواب: نہیں ایسی کبھی کے شیراز لینا درست نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص تہا نماز پڑھ رہا تھا کہ دوسرے لوگ آکر شریک ہو گئے تو کیا وہ بحیثیت امام نماز پڑھا سکتا ہے؟
جواب: ہاں وہ مفرد بحیثیت امام نماز پڑھا سکتا ہے۔

سوال: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک رات میں اپنی خالہ میمونہ کے یہاں سویا، رات کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر نماز پڑھنے لگے تو میں بھی آپ کے ساتھ شامل ہو گیا (بخاری، مسلم)

سوال: عقیقہ کرنے کے بعد نام میں تبدیلی ممکن ہے یا نہیں؟
جواب: عقیقہ کرنے کے بعد بھی نام میں تبدیلی ممکن ہے، اور اگر کوئی غیر شرعی نام ہو تو بدلنا ضروری ہے۔

سوال: عقیقہ کرنے کے بعد نام میں تبدیلی ممکن ہے یا نہیں؟
جواب: عقیقہ کرنے کے بعد بھی نام میں تبدیلی ممکن ہے، اور اگر کوئی غیر شرعی نام ہو تو بدلنا ضروری ہے۔

سوال: عقیقہ کرنے کے بعد نام میں تبدیلی ممکن ہے یا نہیں؟
جواب: عقیقہ کرنے کے بعد بھی نام میں تبدیلی ممکن ہے، اور اگر کوئی غیر شرعی نام ہو تو بدلنا ضروری ہے۔

کرکٹ محض کھیل یا ایک فریب!!؟

عبدالعظیم معلم

نمبر کے آخری ایام ہیں، سورج کی وہی کریمیں جس سے لوگ جون جولائی کے مہینہ میں بچتے پھرتے تھے اب اسی کے ذریعہ ٹھنڈ سے ٹھنڈے جسموں کو گرم رہیں ہیں، ندوۃ العلماء کے نورانی ماحول میں قال اللہ اور قال الرسول کی صدائے بازگشت ہے، اب آہستہ آہستہ سورج روز و رات ہے، ظہر کی اذان کی آواز سے پھر ایک بار ندوہ کی فضا گونج اٹھتی ہے، تمام ہاتلوں سے طلبہ جوق در جوق وسیع و عریض مسجد میں آنے لگتے ہیں، اور پھر رحمت خداوندی کے سایہ میں خشوع و خضوع کے ساتھ نماز بھی ادا کرتے ہیں، لیکن آج خلاف معمول مصلیوں کی تعداد بہت کم ہے، ایسا لگتا ہے کہ جلد ہی چھٹیاں ہونے والی ہیں، اور تمام طلبہ اپنی ضروریات کی چیزیں خریدنے کے لیے بازاروں کے چکر کاٹ رہے ہیں، مگر یہ تو تعلیمی سال کے ابتدائی ایام ہیں اور طلبہ کو گھروں سے آئے زیادہ دن نہیں گزرے ہیں، جب یہ سوچتے ہوئے میں مسجد سے باہر نکلا تو معلوم ہوا کہ آج انگلینڈ اور ہندوستان کا ٹسٹ میچ ہے اور طلبہ کی ایک کثیر تعداد تماشا دہی ہوئی نظر آ رہی ہے۔

اللہ اکبر! وہ چندہ افراد جن پر قوموں کو ناز ہے، جو چند مہینوں یا سال دو سال میں فارغ ہو کر قوموں کی باگ ڈور سنبھالنے والے ہیں، جن کا مقام اتنا اونچا ہے کہ سمندر کی چھیلیاں تک ان کے لیے دعا کرتی ہیں، فرشتے جن کے پیروں تلے پروں کو چھٹانا اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں، اور ان میں سے کوئی حصول علم کے دوران دائمی اہل کو لیک کہتا ہے تو اس کے لیے شہادت کی خوشخبری سنائی گئی ہے، وہی وارثین انبیاء اپنے فرض منصبی کو بھلا کر، اپنے مقام سے نا آشنا بن کر، اپنے قیمتی اوقات کو ان لغویات کے دیکھنے میں ضائع کر رہے ہیں، اور وہ

پیش مسائل سے منہ موڑ کر مغرب کے جال میں پھنسے چلے جا رہے ہیں، تو پھر عوام کی بات ہی کیا کی جائے؟ یقیناً کھیل کود، ورزش وغیرہ صحت کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے، یکسو ہو کر تعلیم کے حصول کے لیے بھی جسمانی تندرستی لازم ہے، اور ان کھیلوں کو اختیار کرنا جس سے جسم میں پھرتی، خون میں حرارت، ذہن و دماغ کو تازگی ملے خلاف شریعت نہیں بلکہ مطلوب ہے، سوائے ان کھیلوں کے جن کی حرمت یا کراہت نصاً ثابت ہے، مگر یہ کہاں کی عقلندی ہے کہ آدمی ایک مقررہ وقت پر کھیلنے کے بجائے اپنی تمام تر مصروفیات کو بالائے طاقت رکھ کر حتیٰ کہ صوم و صلا کو بھی بھلا کر کئی کئی دن ان کے دیکھنے میں لگا رہے؟ اور دنیا کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت کو بر باد کر دے؟

الحاد و مادیت کے جس دور سے ہم گزر رہے ہیں، اس میں اسلام کے خلاف مغرب کی ریشہ دوانیاں کسی سے مخفی نہیں، اور جس شدت سے آج مغرب اسلام کے خلاف معرکہ آرا ہے اور اس کے لیے ہر ممکنہ وسائل کو استعمال کر رہا ہے شاید ہی اس سے پہلے ایسا ہوا ہو، زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں مغرب نے اپنے زہریلے اثرات نہ چھوڑے ہوں، اور اس میں سب سے زیادہ ذرائع ابلاغ کا استعمال ہو رہا ہے، اخبار ہو یا ریڈیو، ٹیلی ویژن ہو یا انٹرنیٹ تمام وسائل کو اسلام کے خلاف پروپیگنڈے اور زہر افشانی کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے، ان سب کے پیچھے ان کا مقصد مسلمانوں کو صرف نام کا مسلمان بنا کر چھوڑنا اور روح ایمانی و جوش جہاد کو ان کے دلوں سے سلب کرنا ہے، اسی وجہ سے عورت اور دولت اور دیگر گمراہ انگیز چیزوں کے ذریعہ ان کی غفلت کو برقرار رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ یہ

سوتے ہوئے شیر نہیں جاگ نہ جائیں۔

اسی غفلت کو باقی رکھنے، اسلامی حیثیت کو ختم کرنے اور روح ایمانی سے ان کو یکسر محروم کرنے کے لیے آج کرکٹ کا بھی استعمال کیا جا رہا ہے، کبھی ایک روزہ میچوں کے نام سے، کبھی سہ روزہ سیریز کے نام سے اور کبھی ٹوٹی ٹوٹی کے نام سے جس کے مقابلے ہفتوں نہیں مہینوں تک چلتے رہتے ہیں، اور اپنے نوجوان حتیٰ کہ طالبان علوم نبوت بھی اس کے پیچھے دیوانہ وار دوڑتے چلے جا رہے ہیں اور اپنے قیمتی اوقات کو بر باد کر رہے ہیں جن کا دنیا کی کوئی چیز بدل نہیں سکتی۔

یہ کرکٹ بورڈ، تمام میچیں اور کھلاڑی ان کا مقصد اپنے وطن کا نام روشن کرنا نہیں بلکہ اپنا نام اور پیسہ کمانا ہے جسے تو یہ غلاموں کی طرح سمر عام خریدے اور بیچے جاتے ہیں، اچھی کارکردگی انجام دیں تو ان کی زندگی بن جاتی ہے، اور خراب پرفورمنس ان کو ٹیم سے خارج کر دیتی ہے، غرض جو بھی ہو یہ تو ان کا ذریعہ معاش ہے، جیتنے پر بورڈ ان کی تجوریاں بھرتا ہے، اور ہارنے پر بھی ان کے سامنے اتنے کلوے ڈال دیتا ہے جس سے ان کی زندگی خوشحالی سے گذر جاتی ہے، مگر ان کے کھیلوں سے آپ کو کیا ملا؟ آپ کا ساتھ دینے سے ٹیم جیت سکتی ہے؟ اور آپ کے نہ دیکھنے سے ٹیم ہار جاتی ہے؟ میں آپ کو کھیلوں سے نہیں روک رہا ہوں اور نہ اس پر حرمت و کراہت کے فتوے لگانے کا مجھے حق ہے، مگر ذرا ایک لمحہ کے لیے آپ خود اپنے دل سے پوچھیے کہ آپ صحیح کر رہے ہیں یا غلط؟ آپ کو اپنا جواب مل جائے گا۔

انہوں نے اپنے نوجوانوں پر جو خوب غفلت میں مبتلا ہیں، اور اپنے قیمتی اوقات کو بلا سوچے سمجھے ایسی لغویات میں بر باد کر رہے ہیں جس کا نہ دنیا میں کوئی فائدہ نہ عقیں میں کوئی حاصل۔ علامہ اقبال کی زبان میں

خودی میں ڈوب جا غافل کہ سر زندگانی ہے
نکل کر حلقہ شام و سحر سے جاوداں ہو جا

☆☆☆☆☆

ندوہ کے شب و روز

حسب اللہ فتح پوری متعلم علیا اولیٰ شریعہ

لیجے پھٹی کے دن یہ لگا کر اڑ گئے، پھر کاروان علم و فن، تالہ لکھنؤ دانش منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہونے کو ہے، قدیم جدید ہم نشین وہم سفر دوش بدوش ہونے کو ہیں، رخت سز تیار ہے، بانگ ریشل لگادی گئی ہے، مہمانان رسول کی آمد ہے، دارالعلوم کا ذرہ ذرہ سرور و شادمان ہے، درویاہ بھی اپنے کام کی انجام دہی کی خاطر مستعد ہو چکے ہیں، داخلے ہو رہے ہیں، کتب خانہ علامہ شبلی نے بھی پوری آن بان کے ساتھ ساتی گری شروع کر دی ہے، چنستان شبلی کے سابقوں نے بھی تشکان نبوت کی پیاس بجھانا شروع کر دیا ہے، بڑے حسن انتظام کے ساتھ طلبہ دارالعلوم کو کتابیں فراہم کی جاری ہیں، اس سال بہت جلد داخلہ کی کارروائیاں مکمل ہوئیں، وقت میں برکت کا صاف احساس ہوا، اب طلبہ کی گہما گہمی کے بجائے درجوں کا سکون دل و دماغ کو فرحت بخش رہا ہے، مہمانان رسول کی خاطر دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے دعوتی، تربیتی، ثقافتی، فکری، علمی دسترخوان کو آراستہ کر دیا ہے، غرضیکہ ہر اعتبار سے دارالعلوم بالکل سچ و صحیح چکا ہے، ندوہ کا ہر فرد متحرک و فعال نظر آنے لگا، شراب طہر پلائی جانے لگی، طلبہ کے اندر جذبہ منافست کا امنڈنا ہوا، سیلاب دکنے لگا ہے، مرکزی ”جمعیۃ الاصلاح“ اور ”النادی العربی“ کا افتتاحی پروگرام کا بھی حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم کی صدارت میں شاندار انعقاد کر دیا گیا، جس میں ہزاروں طلبہ نے بڑی دلچسپی کے ساتھ شرکت کی، پوری مسجد دارالعلوم طلبہ سے معمور تھی، ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سعید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کے علاوہ مہتمم دارالعلوم ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی مدظلہ اور پروفیسر وحسی احمد صدیقی صاحب کرسی مخصوص پر رونق افروز پروفیسر وحسی احمد صدیقی صاحب معتمد مالیات جن کا بچپن، عہد شباب ندوہ کی چہار دیواری میں گزرا، ان کا ندوہ سے تعلق بہت گہرا اور فطری ہے، ان کا دل ہمہ وقت ندوہ کی محبت سے سرشار رہتا ہے، ندوہ اور ”جمعیۃ الاصلاح“ کا تذکرہ سنتے ہی پرانی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں، پروفیسر صاحب نے بڑے سادہ، فطری، اور جذبہ بانی انداز میں کتب بینی کی طرف بچوں کی توجہ مبذول کرانی، اسکے بعد حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء دامت برکاتہم کا صدارتی خطاب ہوا، جس کے سننے

ندوی، مولانا شمس الحق صاحب ندوی، مولانا نذیر الحق صاحب ندوی کی شرکت نے اس بابرکت تقریب کی رونق کو دو بالا کر دیا، عجیب ساں تھا جس کو زبان و قلم بیان کرنے سے قاصر ہے، طلبہ کا جوش و خروش ان کی دلچسپی و دلچسپی سکان علیی رؤسہم الطیر“ کا نمونہ پیش کر رہی تھی، یہ پرفیکٹ منظر کیونکر اور کیسے نہ ہوتا؟ حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم عربی زبان و ادب کی اہمیت و افادیت پر اپنے منفر داور انوکھے اسلوب میں روشنی ڈال رہے تھے، اور فرما رہے تھے کہ عربی زبان اللہ اور اس کے رسول کی زبان ہے، اہل جنت اور قرآن کی زبان ہے، اسی اہمیت کے پیش نظر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ”النادی العربی“ کا قیام عمل میں آیا، اس کی افادیت کا اندازہ فراغت کے بعد ہی ہوگا لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی ہوگی، آپ ہوں گے اور ندامت کے آنسو ہوں گے۔

اسی ”النادی العربی“ کی کوکھ نے سینکڑوں افراد تیار کئے ہیں جن کی عربی زبان دائمی کا لہو عرب حضرات بھی مانتے ہیں، ان کی زبان دائمی، مطلقاً لسانی کا ثبوت نے اعتراف کیا ہے، اس کے حصول کا مقصد صرف اور صرف قرآن و حدیث کا فہم ہونا چاہئے جو شیخ رشاد ہدایت ہے کیونکہ انہی کے ذریعہ ہم دنیا میں اسلام کے ہمہ گیر پیغام کو پہنچا سکتے ہیں اور تہذیب انسانیت کی پیاس بجھا سکتے ہیں، کرسی مخصوص پر رونق افروز پروفیسر وحسی احمد صدیقی صاحب معتمد مالیات جن کا بچپن، عہد شباب ندوہ کی چہار دیواری میں گزرا، ان کا ندوہ سے تعلق بہت گہرا اور فطری ہے، ان کا دل ہمہ وقت ندوہ کی محبت سے سرشار رہتا ہے، ندوہ اور ”جمعیۃ الاصلاح“ کا تذکرہ سنتے ہی پرانی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں، پروفیسر صاحب نے بڑے سادہ، فطری، اور جذبہ بانی انداز میں کتب بینی کی طرف بچوں کی توجہ مبذول کرانی، اسکے بعد حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء دامت برکاتہم کا صدارتی خطاب ہوا، جس کے سننے

کے لیے ہر دل بیقرار تھا، حضرت ناظم صاحب نے جمعیۃ الاصلاح کی اہمیت بیان فرمائی کہ ”جمعیۃ الاصلاح“ ندوۃ العلماء کا سب سے سرگرم اور فعال شعبہ ہے لہذا اس کی اہمیت ہر طالب علم کے پیش نظر رہنی چاہئے۔

آپ کا مقصد ندوہ میں آنے کا صرف اور صرف حصول علم ہے کیونکہ علم ہی انسان کو انسان بناتا ہے، علم سے زندگی خوشگوار ہوتی ہے، علم ہی سے انسان اپنے خالق حقیقی کو پہچان سکتا ہے، موجودہ دور چیلنجز اور مشکلات کا زمانہ ہے، ہر کسی کو یہ سوچنے رہنا چاہئے کہ کس طرح سے انسانیت کی فلاح کا کام انجام دیا جاسکے، کیسے موجودہ چیلنجز کا مقابلہ کیا جائے، ہر ایک پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ حتی الامکان انسانی کمزوریاں میں اضافہ کرے، اس کے لیے علم کی ضرورت ہے، علم سیکھنے کا زمانہ ہمیں ہے، اسی زندگی میں آپ چاہے بن جائیں یا بگڑ جائیں، درسیات کے علاوہ دیگر علمی، فکری کتابوں کو پڑھیں اور اس کے لیے ایک آپ کا منظم نظام ہو، مرتب نظام الاوقات ہو، اسی وجہ سے بائیان ندوۃ العلماء نے جمعیۃ الاصلاح کا شعبہ قائم کیا، تاکہ طلبہ تاریخ ہونے کے بعد اصلاح معاشرہ کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دے سکیں، جمعیۃ الاصلاح کا ایک شعبہ ثقافت ہے تاکہ طلبہ بااخلاق بن سکیں، موجودہ دور میں اصطلاحات تو بڑی پد کشش ہیں لیکن ان کا کارنامہ بڑا بدنام ہے، زندگی میں ان اصطلاحات کو ڈھالائیں جا رہا بلکہ ان کا خاتمہ کیا جا رہا ہے، جمعیۃ الاصلاح اخوت، ہمدردی، مساوات، نموداری، اچھی تعاون کی دعوت دیتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ سب ایک ہی خانوادے کے پروردہ ہیں، مطالعہ دینی وغیر دینی کا اجتماعی نظام ہو، تلقین و تذکیر کا جذبہ بھی دیکھنے کو ملے اور پورا دارالعلوم علمی و فکری فضا میں زندگی گزارے، کہیں آپ دنیا کی دکھی، اس کی چمک دکھ، اور اس کی رونق میں بھل نہ جائیں، لہذا آپ اپنا مطالعہ عقیدہ، علمی و فکری بنائیے، تقریبی کتابوں سے گریز کیجئے تاکہ آپ کے اندر زیادہ سے زیادہ صلاحیت پیدا ہو سکے اور زیادہ سے زیادہ وقت کتب بینی میں صرف کیجئے پھر موجودہ چیلنجز کا ڈٹ کر مقابلہ کیجئے، یہی آپ کے یہاں آنے کا اور ”جمعیۃ الاصلاح“ کے قیام کا مقصد ہے، اللہ قول فرمائے۔

اس موقع سے ۲۱ سوال کی صحیح کو بھی یاد کرتا چلوں، جس کی دیکھی اور دعوتی کچھ الگ ہی نظر آ رہی تھی، ندوۃ العلماء

Ph: 2260433

جدید گمشدہ سونے، چاندی کے زیورات کیلئے ہمارے شوروم

گہنا پیلیس
میں آپ کا خیر مقدم ہے

Gehna Palace

Whenever you see Jewellery
Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد معروف خاں، بھدر فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ، چوک بکھنور

Magbool Mian
Jewellers

مقبول میاں جوئیئرس

Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow.
Mob: 9956069081-9919089014

Mahd. Irfan

Mob. 9305672501

ARHAM

MEN'S WEAR

Specialist

Sherwani, Jodhpuri Designing Suits

KOREY WALI GALI, NEAR USMANIA MASJID
PATANALA, LUCKNOW

R. U. Khan Ph: 08335810078
09415001164

لیبل ورلڈ

Manufactures quality Woven Labels
ہر طرح کے کمپیوٹر انڈیزڈ ڈوبیل لیبل
پر نئیڈ لیبل کمپیوٹر انڈیزڈ ڈوبیل لیبل کے لئے

3, Vidhan Sabha Marg, Hazratganj, Lucknow-01 (U.P.) India
Ph: +91-522-2623625 E-mail: riyazwise@gmail.com

Mob: 9415090544 Shop: 2627446 Res: 2254796

پروپرائٹرز: ولی اللہ



WALIULLAH
JEWELLERS

All Kinds of Gold, Silver
& Diamond Jewellery

Jutey wali Gali, Aminabad, Lucknow

مہیبی کے قارئین کی خدمت میں



مہیبی کے قارئین "قیمہ حیات" سے گزارش ہے کہ "قیمہ حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدنے کے سلسلہ میں ڈیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رہنمائی دی جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S. V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Ph: 23460220-23468708
Tele: Add Cupkettle

Ph: 23460220-23468708

CAFE FIRDOS

Partly Air Conditioned

MOGHALAI & CHINESE FOOD

Tel: 23424781-23459921

145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

Contact: Mr. S. Aziz: 9912010027
Mr. A. Khan: 9912131208
Mr. Zaidur: 9912136130
Phone: (0) 261094
(0) 2627443

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد برادر

اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ

Shirts, Trousers, Coats, Embroidered, Sherwanis, Pullowers,
Jackets, Kurtas-Suits, Night Suits, Gown & Ties.

شادی بیاہ، تہوار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں قابل پھر وسہ برائے

menmark

MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow. -226001

توڑے جائیں، ان کے ناپاک عزائم چٹنا چور کیے جائیں، عملی میدان میں قدم رکھنا ہوگا اگر نہیں تو یہ جیسے بند کئے جائیں، اس کا انجام صرف پوسٹر بازی اور تقریری مقابلہ ہے، مزید انہوں نے کہا کہ عصر حاضر کا سب سے بڑا قتلے حیاتی ہے ۱۳ ذی القعدہ ۱۴۲۸ھ میں منع ماہیت "اور اس کے فروغ میں مزید یا نہ بہت اہم رول ادا کیا ہے، یہ صحافی ایسے ہیں جن کے قلم بک چکے ہیں ان کے ہاتھ سے قلم چھین کر ایسے افراد کو دینا چاہئے جو امانت داری کے ساتھ قلم کا استعمال کریں۔

آخر میں مولانا نے مسرفانہ تقریبات میں شرکت کی کھل کر مخالفت کی اور جہیز لینے اور دینے والوں کی کھلے لفظوں میں تنقید کی اور اس کو معاشرہ کا ناسور بتایا، طلبہ سے عہد بھی لیا کہ وہ اپنی وہ شادی میں جہیز بالکل نہیں لیں، طلبہ نے بڑے جذبہ اور حوصلہ کے ساتھ اس کا عزم بھی کیا، صدر محترم کے صدارتی کلمات کے بعد صدر محترم ہی کی دعاء پر اس جلسہ کے اختتام کا اعلان کر دیا گیا۔

اسی کے ساتھ ساتھ انجمن اصلاح مسلمانیہ کا افتتاح حضرت مہتمم صاحب کی صدارت میں ہوا اور انجمن اصلاح مجدد القرآن نے بھی اپنی اپنی کاہنہ تشکیل دیدی ہے، بزم خطابت، بزم سلیمانی، بزم ثقافت، بزم صحافت جیسے اہم شعبے سرگرم ہو گئے تاکہ طلبہ کے اندر تقریری، تحریری، ثقافتی، صحافتی صلاحیت پیدا ہو سکے اور زمانہ کی فرض شناسی کر سکیں اور امت مسلمہ کی بھنور میں چھنی ہوئی کشتی کو نزل مقصود تک پہنچا سکیں۔

مورخہ ۲۲ ذی القعدہ بروز شنبہ بعد نماز عشاء جناب قاری امیر حسن صاحب مدظلہ اور جناب صوفی کلیم اللہ صاحب مدظلہ نے تمام طلبہ سے مسجد میں خطاب کیا، طلبہ نے اس کو نعمت غیر مترقبہ سمجھا اور طلبہ و اساتذہ سب گوش بر آواز ہو گئے، جناب حکیم کلیم اللہ صاحب نے دردمندانہ انداز میں چند ان ضروری گوشوں کی طرف توجہ دلائی جس پر عمل انسان کی زندگی میں مومنانہ شان پیدا کرتا ہے، مجبور اولیٰ کا اہتمام، سنتوں پر عمل اور اس کی ترویج اور استحضار نیت پر انہوں نے زور دیا، جناب قاری امیر حسن صاحب کی درد سوز میں ڈوبی ہوئی آواز نے سبھوں پر ایک کیفیت طاری کر دی اس طرح اس مجلس کا اختتام ہوا، لیکن یہ اختتام نہیں ہے، کارواں رواں اور جہیز دواں اور جہیز حیواں جاری ہے اور جاری رہے گا.....

☆☆☆☆☆

صاحب مددی نے طلبہ کو خطاب کیا جس میں مولانا نے طلبہ کو اس بات کی تاکید فرمائی کہ وہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، عفت و پاکدامنی کا دامن چھوٹنے نہ پائے تاکہ قرآن و حدیث کا نوران کے دلوں میں پیدا ہو مزید مولانا نے زور دیکر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ایسے ایسے باصلاح اساتذہ اور اساتذہ کے لیے بڑے بڑے لوگوں کو فراہم کیا ہے، اس کی کما حقہ قدر کریں، درجہ کی پابندی کریں، باہر جانے سے گریز کریں، درسیات کا مطالعہ اپنے اوپر واجب کر لیں کیونکہ آپ ہی ہیں جو امت کی کشتی کو سائل مراد تک پہنچا سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین!! ان سے پہلے بھی ثقافتی پروگرام کے تحت مسجد دارالعلوم میں حضرت ناظم صاحب کے علاوہ مشفق و مہربانی اساتذہ کرام مولانا زکریا صاحب سنبھلی، مولانا نذرا الحفیظ صاحب مددی، مولانا عبدالقادر صاحب مددی اور ڈاکٹر ہارون رشید صاحب مددی صاحب تقریر فرما چکے ہیں، ان نفوس قدسیہ نے اپنے تجربات اور تجربے علم کی روشنی اور مشفقانہ و مہربانانہ انداز میں طلبہ کو اخلاص نیت، مہربانیت، مہربانیت، درجہ کی پابندی، سنن و فرائض کے اہتمام، درجہ اور مطالعہ کی پابندی کی تلقین کی اللہ تعالیٰ اس کا اجر بھی طلبہ میں دیکھنے کو ملا، اور انشاء اللہ رہے گا بھی، اسی طرح کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی کے وسیع و عریض مین اللہ مددی ہال میں اصلاح معاشرہ کے تحت دوروزہ عظیم الشان جلسہ ہوا جس کی صدارت حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم نے کی اور مولانا ولی دہمائی صاحب مونگیری جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ بھی بحیثیت مہمان خصوصی تشریف رکھتے تھے، حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم بھی جلوہ افروز تھے، مولانا خالد صاحب مددی نے نظامت کے فرائض انجام دیئے، حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی چشم کشا اور بصیرت افروز تقریر کے بعد مولانا سید سلیمان حسینی مددی نے اپنے خطاب میں فرمایا اور بڑے ہی جرأت مندانہ و بے باکانہ اسلوب میں کہا کہ آج ہماری ٹھیک ٹھیک ہے، ہماری فطرت تیار ہو چکی ہے، ہمارا ذہن غلام ہو چکا ہے اسی وجہ سے آج ہم مسائل سے دوچار ہیں، سب سے پہلے ہمیں اپنے باطن کی خیریت چاہئے اور حال کا جائزہ لینا چاہئے پھر اس کے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا جا سکتا، جہیز کشتی و مسرفانہ تقریبات کے جو مظاہرے ہوتے ہیں بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان دختر کشتی جیسا شہنشاہی اہتمام دیتا ہو، پہلے معاشرہ کے اصل بحرین کے ہاتھ

میں علماء ربانیین کا حسین و دلنشین اجتماع تھا کیونکہ اس دن قرآن مجید کے بعد روئے زمین پر سب سے مقدس اور "روح الکتب بعد کتاب اللہ" کہی جانے والی کتاب صحیح البخاری کا افتتاحی درس جناب مولانا تقی الدین صاحب مددی مظاہری کو دینا تھا، کہنے کو تو فضیلت اول درجہ کے طلبہ کے درس کا آغاز تھا، پورا ہال سینکڑوں طلبہ سے کھپا کھپا ہوا تھا، ہال سے باہر بھی طلبہ کی ایک بڑی تعداد جمع ہو گئی تھی، مولانا تقی الدین مددی صاحب کے ساتھ جناب مولانا مفتی محمد ظہور صاحب مددی نائب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء بھی مسند پر رونق افروز تھے، حضرت مولانا سید محمد رابع حسینی مددی دامت برکاتہم ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ و صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی آمد سے پہلے مولانا سید سلیمان حسینی مددی، مولانا ظلیل الرحمن سجاد نعمانی مددی، مولانا عبداللہ حسینی مددی، مولانا محمد خالد صاحب مددی قازق پوری، مولانا نیاز احمد مددی اور مولانا ابوبکر روح القدس مددی وغیرہ اساتذہ دارالعلوم تشریف لائے تھے، اس روحانی و نورانی فضا و دریا منظر میں مولانا تقی الدین صاحب دامت برکاتہم نے درس بخاری کا افتتاح کرتے ہوئے صحیح بخاری کی تالیف کی تاریخ، دوسری کتب حدیث سے موازنہ و ترجیح اور مصلحتی تنقیدی افکار کے رد کے ساتھ صحیح بخاری کے مختلف نسخوں اور خصوصاً زیر بحث نسخہ کے تعلق سے علم و معلومات کا ایک خاص ذخیرہ طلبہ و حاضرین کی نظر کیا، باب کیف کان بدہ الوقی کے تعلق سے گفتگو فرمائی، اس موقع سے صحیح مسلم کا بھی آغاز ہوا، مولانا نے بڑی جامعیت اور خوبی کے ساتھ صحاح ستہ کے امتیازات و خصوصیات پر روشنی ڈالی، اس موقع سے مولانا تقی الدین مددی صاحب نے فرمایا کہ حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم کا وجود امت مسلمہ کے لیے بہت بڑی نعمت ہے، حضرت ناظم صاحب نے اس موقع پر مولانا تقی الدین صاحب مددی کی مددگی خدمات کو سراہا مزید طلبہ و حاضرین کو یہ پیام سرت بھی سنایا کہ سال رواں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں "مرکز الکتب والسنن" کا ایک الگ شعبہ قائم کیا جا رہا ہے، قرآن پاک و حدیث شریف میں بحث و تحقیق کے اس اعلیٰ مرکزی سادی توجہات قرآن و حدیث کے علوم کی اشاعت و تبلیغ پر مرکوز ہوں گی اور اس کے مستشار مولانا ڈاکٹر تقی الدین مددی ہوں گے، اس طرح یہ مبارک محفل اختتام کو پہنچی، بعد نماز مغرب بھی حیدر مولانا تقی الدین

قیمہ حیات - اکتوبر ۲۰۰۸ء